جلد : 14 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران) | شعبان : 1441ھ

شمارہ : 04 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) | اپریل : 2020ء

ISSN : 2305-6231

ماهنامه

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- حافظ مختار احمد گوندل
- انجینئر عبداللہ اسماعیل
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور : ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6775861

Web site:
www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net

Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر : انجینئر مختار فاروقی

طابع : محمد فیاض، مطبع : سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

عنوان	نمبر	مصنف	صفحہ
قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو	3	انجینئر مختار فاروقی	6
پیغمبر ہر چہ گفت دیدہ گفت	4	انجینئر مختار فاروقی	11
تصویر اِک فتنۂ عالمگیر (3)	5	احسن عزیز شہید	18
علامہ اقبال کے نام مصنف کا تصوراتی خط	6	انجینئر مختار فاروقی	33
میری نماز	7	مولانا محمد انور چیمہ	38
UNO سے ناطہ توڑ کر OIC کو مستعد کرو	8	محمد منظور انور	44
استقبالِ رمضان	9	حافظ عطاء الرحمٰن	50
تبصرہ وتعارف کتب	10		52
خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تاثرات	11		57

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

(02) اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ (آیات 87-90)

سورۃ البقرۃ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

[illegible]

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عنایت کی اور ان کے پیچھے یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے

[illegible]

اور عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو کھلے نشانات بخشے

اور رُوح القدس (یعنی جبرئیل) سے ان کو مدد دی

[illegible]

تو جب کبھی پیغمبر تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئے جن کو

تمہارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو جاتے رہے

[illegible] ﴿۸۷﴾

اور ایک گروہ (انبیاء) کو تو جھٹلاتے رہے اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے

[illegible]

اور کہتے ہیں ہمارے دل پردے میں ہیں

[illegible] ۸۸

(نہیں) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے

پس یہ تھوڑے ہی پر ایمان لاتے ہیں

[illegible]

اور جب اللہ کے ہاں سے ان کے پاس کتاب آئی

جو ان کی (آسمانی) کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے

[illegible]

اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے

[illegible]

تو جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس کا فر ہو گئے

[illegible] ۸۹

پس کافروں پر اللہ کی لعنت

[illegible]

وہ چیز بہت بری ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے تئیں بیچ ڈالا

(یعنی) اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب سے کفر کرنے لگے اس جلن سے

[illegible]

کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی مہربانی سے نازل فرماتا ہے

[illegible]

تو وہ (اس کے) غضب بالائے غضب میں مبتلا ہو گئے

[illegible] ۹۰

اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

1 حالیہ شمارہ میں معراجُ النبی ﷺ کے بارے میں ایک تحریر شامل ہے۔ شعبان المعظم کے حوالے سے 'استقبالِ رمضان' کا مضمون دیا گیا ہے۔ ماہِ رمضان المبارک کی مناسبت سے ٹائٹل کے صفحات میں احادیث دی گئی ہیں۔ اللہ کرے رمضان المبارک تک کرونا وائرس کے عذاب سے مسلمانوں کو چھٹکارا مل جائے تاکہ رمضان المبارک کی برکات سے ایک نئے عزم سے مستفید ہوسکیں۔ اَللّٰھُمَّ بَلِّغْنَا رَمَضَان۔ آمین

2 کرونا وائرس کا عذاب اور میڈیا کا کردار

دنیا میں شیطانی کاموں کی کثرت و بہتات پر خالق کائنات کی طرف سے عذاب کا نازل ہونا آسمانی کتابوں میں آیا ہے۔ سابقہ کتابوں کی طرح قرآن مجید بھی بستیوں، قوموں اور تہذیبوں پر عذاب کا تذکرہ کرتا ہے۔ سورۂ الم سجدہ (21:32) میں انسان کی عمومی نافرمانیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہلکے عذابوں کے بعد سخت عذاب آنے کا تذکرہ ہے۔

[illegible] O

''اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا عذابِ دنیا کا بھی مزہ چکھائیں گے شاید (ہماری طرف) لوٹ آئیں''

اس آیت میں اس تادیبی عذاب کی حکمت انسانوں کے اندر عبرت پذیری کے سوئے

ہوئے جذبے کو جگانا اور اُبھارنا بیان ہوئی ہے۔ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب جو 'خدا' کا کچھ بھی تصور رکھتے ہیں وہ ہمیشہ ان بلاؤں، مصیبتوں اور عذابوں کو خدا کی ہی طرف منسوب کرتے تھے اور اس کی ناراضگی کی علامت سمجھتے تھے۔ بُرا ہو حالیہ عالمی مغربی شیطانی لادین تہذیب کا، جو دین دشمن، خدا بیزار اور مادر پدر آزاد تہذیب ہونے پر فخر کرتی ہے اور اس سے بُرا ہو ان نام کے مسلمانوں کا جو ذرائع اِبلاغ (میڈیا) کے ذریعے اس مغربی تہذیب کی تبلیغ کے ساتھ بیماریوں اور عذاب کو اپنی 'بُری کمائی' کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ماضی میں بھی آسمانی بلاؤں اور عذاب کے آنے پر بالعموم لوگ عبادت گاہوں کا رُخ کرتے تھے صدقہ کرتے تھے خیرات کرتے تھے۔ الفاظِ حدیث کے بموجب [illegible] (ترمذی، عن انسؓ)، صدقہ کائنات کے مالک کی نافرمانی پر اس کے انسانوں پر غضب کو کم کرتا ہے۔ اور یقیناً یہ اعمال ان تنبیہی عذابوں کو کم کرنے کا باعث بنتے تھے۔ حالیہ مغربی تہذیب خدا بیزار، وحی دشمن اور پیغمبر اسلام کی دشمن ہے لہٰذا اس کی ہر حرکت، ہر تجویز، ہر عمل سے اسلام کی تعلیمات کو روکنا مقصود ہوتا ہے۔

3 کرونا وائرس (عذاب) کا حقیقی علاج

کرونا وائرس کے ضمن میں حکومتی مدافعتی اور پرہیز اختیار کرنے کے جملہ اقدامات سے مکمل تعاون کریں۔ نیز علاج کرانا ہمارے پیغمبر ﷺ کا حکم ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اُتاری جس کا علاج نہ اُتارا ہو۔ مزید براں ہر مسلمان (اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنے عقائد کے مطابق) گناہوں سے توبہ تائب ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچیں، حلال کھائیں، حرام اشیاء سے پرہیز کریں (حلال رزق صرف کھانے پینے کی اشیاء تک محدود نہیں یا حرام سے اجتناب سور کا گوشت اور شراب یا مردار جانور کے گوشت تک محدود نہ کریں بلکہ حرام طریقے سے حاصل کردہ دولت سے خرید کردہ اشیائے خورد و نوش، گھریلو آسائشیں، کوٹھیاں بنگلے سب حرام کے زمرے میں آتے ہیں۔ سود (بنیئے کا سود اور بینک کا سود) سب حرام ہیں۔ رشوت، لوٹ مار، ڈاکہ چوری اور سرکاری وسائل کا غلط استعمال سب حرام کمائی ہیں۔ اس کمائی سے چاہے آپ حلال کھانا دائیں ہاتھ سے بیٹھ کر کھائیں بسم اللہ سے ابتداء کریں اور الحمد للہ پر اختتام، تب بھی یہ کھانا حرام ہے)۔ کرونا وائرس جیسا عذاب مسلمانانِ پاکستان کے لیے آج اللہ تعالیٰ کی WARNING ہے

اس لیے کہ 'حرام کا پیسہ' TOLERABLE LIMITS سے تجاوز کر چکا ہے۔لہٰذا کرونا وائرس سے بچاؤ کے لیے علاج کرانے اور SOCIAL DISTANCING (سماجی میل جول کم کرنا) کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے آئندہ زندگی میں حضرت محمد ﷺ سے بے وفائی نہ کرنے کا عہد بھی کریں۔

4 اسباب پر نہیں، اللہ پر بھروسا

کرونا وائرس کا پھیلاؤ اتنا نہیں جتنا میڈیا نے پھیلا دیا ہے اور عوام کے ذہن میں خوف و ہراس پیدا کر دیا ہے۔اس سے بچاؤ کے لیے تمام ممکنہ اسباب اختیار کیے جائیں۔فرض نماز سے پہلے گھر سے وضو کرنا (سنّت) اور نمازوں سے قبل کی سنتیں گھر میں ادا کرنا (سنت رسول ﷺ اور طریقہ صحابہؓ) اور فرض ادا کر کے گھروں کو لوٹ جانا اور بقیہ نماز گھروں میں ادا کرنا بھی صحابہ کرامؓ کا عمل تھا۔اسی میں برکت ہے۔تاہم اس سب سے اوپر زندگی موت کا فیصلہ کرونا وائرس نے نہیں کرنا بلکہ اللہ نے کرنا ہے موت کسی وقت بھی آسکتی ہے اور بغیر اسباب وعلامات کے ظہور کے آسکتی ہے۔ایکسیڈنٹ کی موت تو اچانک ہوتی ہے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ان حالات میں اس بیماری کے علاج کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔اس بات کا یقین پیدا کریں اور دل میں بٹھائیں کہ موت کب، کہاں اور کیسے آنی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور حتمی ہے ایک مقرّرہ وقت پر آہی جانی ہے لہٰذا اللہ کی ناراضگی سے بچیں آخرت کا احساس کر کے توبہ کریں اسی میں بھلائی ہے۔

5 دنیا میں خیر محض اور شر محض نہیں۔ ہر خیر کے عمل کے ساتھ کچھ نقصان (نماز کے لیے کاروبار سے وقت نکالنا) اور ہر شر کے ساتھ کوئی خیر (شر کے ظہور پر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا فیصلہ کرنا اور اس کو غنیمت جاننا)

کرونا وائرس کے شر کے مثبت پہلو: ● نمازی حضرات کی تعداد میں اضافہ متوقّع ہے۔● زیادہ لوگ باوضو رہیں گے۔تلاوت قرآن کریں گے۔● گھر سے وضو، گھر میں سنتیں، فرض نمازوں کے بعد گھر لوٹ جانا پہلے ایک دو فیصد لوگ کرتے تھے اب یہ عمل عام ہوگا تو ان نورانی اعمال کی بہت برکات ہوں گی۔● گھروں میں بڑوں، بچوں، عورتوں کی زبان پر صفائی، پاکیزگی، توبہ واستغفار کے ساتھ آڈیو رویڈیو تلاوت کی آواز کی گونج اور رجوع الی اللہ کی طرف پیش قدمی

ہوگی۔ ◐ چین میں وائرس آیا مگر ہمارے ہاں یہ خبر اکثر لوگ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتے تھے۔ ہمارا میڈیا اور عوام کی اکثریت ناچ گانے، عورت مارچ، آزادی مارچ (8مارچ) کی بے ہودگی کا شکار تھی۔ شراب خانے، کلب، جوا خانے، ڈرامے، تھیٹر، سینما شوز جاری تھے، قومی سطح پر نوجوانوں کو سالانہ امتحانوں سے دور رکھنے والے PSL میچز کا جنون سوار تھا۔ مگر پلک جھپکنے میں آج اسی ملک کے عوام دیکھ رہے ہیں کہ برائی کے اڈے بند ہوگئے ہیں۔ اللہ کرے اُمت مسلمہ (اور غیر مسلم باضمیر لوگ بھی) اس سے سبق سیکھیں۔ کرونا وائرس کا عذاب تو ختم ہو ہی جائے گا (ان شاءاللہ) مگر ہمیں اپنے اربابِ اقتدار و اختیار سے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ ان سماجی سرگرمیوں کو دوبارہ بحال کرتے ہوئے ذرا اپنے ضمیر سے فتویٰ ضرور لے لیں اور حضرت محمد ﷺ کے ناچیز اُمتی کی حیثیت سے ان برائیوں کی بحالی کا حکم نامہ جاری کرنے سے پہلے سوچیں، ہو سکے تو قومی اسمبلی اور اسلامی نظریاتی کونسل یا صوبائی سطح پر محکمہ اوقاف کے سرکاری علماء سے ہی رائے لے لیں۔ خوب غور و فکر کے بعد ہی غیر شرعی سرگرمیوں کی بحالی کی اجازت دیں۔

6 ہرمجدون (ARMAGEDDON) تیسری عالمی جنگ آخری صلیبی جنگ کا وقت آ گیا ہے

سیّدنا حضرت محمد ﷺ نے ایک حدیث میں قربِ قیامت میں ایک بہت بڑی جنگ (تاریخ انسانی کی سب سے بڑی جنگ) کا ذکر فرمایا ہے اس حدیث میں عالمی وباء (غالباً آج کے اس کرونا وائرس کی طرف اشارہ) کا بھی تذکرہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس جنگ میں یورپ 80 جھنڈوں تلے جمع ہو کر مشرق وسطیٰ میں آئے گا اور بالآخر یہ ساری فوجیں مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو جائیں گی۔ اس کرونا وائرس سے بچاؤ کے موقع پر توبہ استغفار کے ساتھ اس اگلے مرحلے کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ اس موقع پر عربوں میں افراتفری کا ظہور ہونا، عرب میں بُت پرستی کی ابتدا ہو جانا، اقتدار کی جنگ میں قتل و غارت، جنگوں (موت) سے خوف اور مالدار حکومتوں کا فوجیں اور اسلحہ جمع نہ کرنا اور ایٹمی صلاحیتیں حاصل نہ کرنا (سعودی عرب اور امارات وغیرہ) اس جنگ کی نشانیاں ہیں اور عربوں کی ENBLOCK ہلاکت کے الفاظ بھی ترمذی شریف کی حدیث میں آئے ہیں [illegible]۔

احادیث کے ذخیرہ میں جھنڈوں اور صلیبی ممالک (عیسائی حکومتوں) کا ذکر ہے جس سے لگتا ہے کہ عالم عیسائیت کی لیڈر شپ یورپی ممالک کے ہاتھ آجائے گی اور صہیونی ملٹی نیشنلز اس TRANSFORMATION OF NEXT SUPER POWER کا سبب بنیں گی۔ (واللہ اعلم)

7 عبادت گاہوں کی بندش اور گنبد صخرہ کی بندش اور پابندیاں

بنی اسرائیل 70ء سے DIASPORRA کے عنوان سے (1950 سال سے) فلسطین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار پر نکال دیے گئے تھے۔ انہوں نے 1897ء میں صد سالہ منصوبہ بنا کر 1948ء میں اسرائیل کی (بقول قائد اعظم، ناجائز) ریاست قائم کر لی اور اب اپنا اگلا منصوبہ IIIrd.TEMPLE کی تعمیر کی طرف قدم بڑھانا چاہتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ منصوبہ کی تفصیلات دسمبر 1992ء کے ٹائم میگزین میں آگئی تھیں۔ اس کا سنگ بنیاد نائن الیون کے واقعے کے چند ہفتے بعد (7 اکتوبر 2001ء) کو رکھ دیا گیا تھا۔ یہودیوں کے لیڈر 'دجال' کے ظہور کے موقع پر اس IIIrd.TEMPLE یعنی ہیکل سلیمانی کی تیسری تعمیر ان کا منصوبہ ہے۔ یہی 'دجال' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دمشق میں نزول کے بعد جنگ کرے گا اور اسرائیل کے مشہور ائیر بیس 'لُد' (LYDA) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ اس دجال کی آمد کی کئی نشانیاں اسرائیل کے ہاں پہلے ہی پوری ہو چکی ہیں۔ ایک نشانی ہیکل کی تعمیر کا آغاز ہے جس کے لیے 'قبۃ الصخرہ' (DOME OF ROCK) کو گرانا ضروری ہے اس کے نیچے مشہور پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کا

Jerusalem's Al-Aqsa mosque and Dome of the Rock will shut their doors as a precaution against Covid-19 corona virus. -File pic via AFP

تعمیر کردہ ہیکل تھا جو دو دفعہ گرایا گیا تھا، 70ء سے گرا ہوتھا اس پر بنواُمیہ کے عہد میں یہ عارضی گنبد بنادیا گیا تھا کہ قبضہ مافیا اس پر کوئی تعمیر نہ کرلے (مارکیٹ، پلازہ وغیرہ) قبۃ الصخرہ میں مسجد عمرؓ کی وجہ سے ہر وقت آمد رہتی ہے۔اب کرونا وائرس کے لیے حفاظتی اقدامات کے نتیجے میں قبۃ الصخرہ کو تالہ لگا دیا گیا جس کے باعث کسی دھماکہ خیز مواد کے ذریعے یہ عمارت گرادی جائے گی تاکہ صہیونی عزائم پورے ہوسکیں اور تھرڈ ٹمپل کی تعمیر کا آغاز ہوسکے یہ سانحہ بھی (عبادت گاہوں کی حالیہ بندش کے موسم میں) ہونے کا خطرہ سامنے منڈلا رہا ہے۔

8 مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے

اس کرونا وائرس کے پھیلاؤ کے باعث عبادات میں خلل، مساجد کی بندش، خطبہ جمعہ، نماز باجماعت وغیرہ پر قدغنیں ـــــ دیکھ کر ایک مسلمان کا دل کڑھتا ہے۔حرم کعبہ کے خالی صحن کو دیکھ کر اور دیگر مساجد کی ویرانی کو دیکھ کر دشمن کے منصوبوں اور ہر موقع پر اسلام کے مخالف اقدامات سے صہیونیت کے طویل المیعاد عالمی ایجنڈے کے اہم نکات سامنے آتے ہیں۔

مسلمانوں کو اس موقع کو اِصلاحِ احوال اور توبہ کا ذریعہ بنانا چاہیے اور حضرت محمد ﷺ سے ماضی قریب میں جو بے وفائی ہوئی ہے اس کو مداوا کا موقع سمجھ کر غنیمت جاننا چاہیے۔ذاتی زندگی میں مثبت تبدیلیاں لائیں۔اہل خانہ کے لیے اسلام کے دامن عفت وعصمت وحفاظت کے مواقع پیدا کریں بچوں کے لیے اسلام کی عظمت اور عصر حاضر میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کا جذبہ پیدا کریں اور جوانوں کو وہ جذبہ دیں جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور مستقبل قریب میں علامہ اقبال کے اسلامی وژن کا مصداق بنادیں تاکہ دنیا میں اسلام کے عالمی غلبے کی راہ ہموار کرسکیں۔کاش ہم مغرب کے عصر حاضر میں دباؤ کے باعث ہی توبہ پر آمادہ ہوجائیں تو غنیمت ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

حاصل کلام

یہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہی ہے جو [illegible] اور [illegible] یعنی اسباب کے ہوتے ہوئے نتیجہ نہیں نکلنے دیتا اور ناموافق حالات کے باوصف مطلوبہ نتائج نکال کر سامنے لے آتا ہے۔ہمیں مخالف حالات میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کا عزم کرکے اللہ سے از سرنو عہد کرنا چاہیے۔

پیغمبر ﷺ ہر چہ گفت دیدہ گفت

معراج النبی ﷺ کی ایک حکمت

انجینئر مختار فاروقی

- سماعت و بصارت کی صلاحیتیں عطائے خداوندی ہیں اور انسانی بصیرت اور اِذعان کے فروغ کے لیے بے حد اہم سماعت کا آلہ کان ہے اور بصارت آنکھ کا وظیفہ ہے اور سمع و بصر کی صلاحیتیں کارِ دنیا کی انجام دہی میں ہر سطح پر بہت اہمیت کی حامل ہیں۔
- یہ بات بھی انسانی تجربہ سے سامنے آتی ہے کہ اگرچہ سماعت یعنی کسی واقعہ اور حقیقت کے بارے میں سن لینا، بھی نہ سننے سے بہتر ہے مگر سننے سے جس درجے کا یقین پیدا ہوتا ہے وہ کسی واقعہ اور حقیقت کو دیکھنے جیسے یقین واطمینان وسکون کا حامل نہیں ہوتا، اسی لیے فارسی زبان کی یہ کہاوت حکمت کا ایک موتی ہے کہ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' یعنی سنی ہوئی بات آنکھ سے دیکھی ہوئی بات کے کیسے برابر ہوسکتی ہے۔
- اسی وجہ سے باصلاحیت انسان دور دراز کے سفر کر کے علاقوں، تہذیبوں، قبیلوں، زبانوں اور زمینی حقیقتوں کے بارے میں خود مشاہدہ کر کے معلومات جمع کرتے ہیں۔ اسی جذبے کے تحت یہ بات بھی آئے گی کہ کسی بڑی نامور شخصیت کی مختلف واسطوں سے سنی ہوئی بات کی بجائے مذکورہ بات خود اس سے کسی نے سنی ہو یا کسی بات کے کہنے والے اور سننے والے کے درمیان جتنے واسطے (راوی) کم ہوں گے اتنی ہی وہ بات ثقہ ہوگی۔
- علم کی تلاش اور حقیقت کی جستجو میں مگن طلباء سکولوں، کالجوں اور جامعات میں ہوں یا

دینی دارالعلوموں میں تحصیل علم میں مشغول، سب کے لیے یہ بات نہایت اہم ہوجاتی ہے کہ سینئر اساتذہ جو پڑھارہے ہیں وہ انہوں نے کہاں سے سیکھا ہے اور کس کتاب کے مصنف سے متعلق معلومات کس استاد کے پاس کم سے کم واسطوں (راویوں) کے ذریعے پہنچی ہیں۔

- کلاس روم میں کوئی استاد یہ فرمادے کہ میں نے اس کتاب کے مصنف کو دیکھا ہے اس سے ملاقات کی ہے اس سے مجھے شرفِ تلمذ حاصل ہے تو طلبا متوجہ ہوجاتے ہیں اور بات کو غور سے سنتے ہیں کہ مصنف کے 'منشا' اور مقصود کو یہ استاد بہت بہتر انداز میں سمجھتے ہیں، اور یہ ان کا اعزاز ہے۔
- مزید برآں کوئی استاد کلاس میں یہ بیان کردے کہ کسی صفحہ پر جو فلاں علاقہ، مقام اور تاریخی عمارت کا ذکر ہے وہ میں نے خود جا کر دیکھی ہے تو نتیجتاً طلباء کا شوقِ سماعت دیدنی ہوجاتا ہے اور ہمہ تن متوجہ ہوکر سنتے ہیں۔

- اوپر درج چند بنیادی باتوں کو ذہن میں رکھ کر جب ایک مسلمان (یا حق کا متلاشی کوئی غیرمسلم) قرآن پڑھتا ہے اور ساتھ ہی اُسے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے واقعہ معراج سے متعلق بھی معلوم ہو تو جو وعظ آپ ﷺ نے فرمائے ان کا براہِ راست اثر (IMPACT) اس کی فطرت اور باطنی کیفیات پر پڑتا ہے۔ تصور کیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے سامعین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کتنے انہماک اور توجہ سے سنتے ہوں گے اور بات عین الیقین تک پہنچ جاتی تھی۔ مثلاً حضرت محمد ﷺ نے قرآن مجید کے وہ حصے بیان فرمائے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہیں یا مسجد اقصیٰ کا ذکر فرمایا، یا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق آیات تلاوت فرمائیں (ساتھ ہی یہ بات معراج کے حوالے سے سامنے رہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان سے گفتگو ہوئی ہے اور خاصی بے تکلّفانہ گفتگو رہی۔ مسجد اقصیٰ میں نے دیکھی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میں ملا ہوں، حضرت آدم علیہ السلام سے ملا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا ہوں) تو آپ ﷺ کے انداز گفتگو میں اذعان و یقین اور ASSERTION کا درجہ امکانی حد تک ثریا سے بھی بلند ہوگیا ہے کہ یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام سے میری ملاقات آسمانوں پر ہوئی مسجد اقصیٰ میں میں نے تمام

انبیاء علیہم السلام کی امامت کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خداوندی یعنی 'وحی جلی' اور 'وحی خفی' پر جتنا یقین آپ کی شان کے مطابق تھا وہ اپنی جگہ پھر اس میں اہم شخصیات سے ملاقات اور اہم مقامات کی 'سیر اور مشاہدہ' نے اس یقین کو مزید آبدار بنا دیا تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بات فرمائیں وہ اتنے گہرے یقین سے فرمائیں کہ گویا یہ میرا مشاہدہ ہے تو اس یقین کا براہِ راست اثر سامعین کی سماعت ہوگا اور اسی درجے میں اعلیٰ ایمان (آپ کے ان 'چشم دیدہ' حقائق کے بیان سے) آپؐ کے مخاطبین میں پیدا ہونا ایک ایسی فطری بات ہے جس کا انکار ممکن نہیں (وہ سامعین جو سننا ہی نہیں چاہتے تھے یا بنی اسرائیل یعنی یہود سے مراسم کی وجہ سے ان سے متاثر تھے اور منافق تھے، ان کے علاوہ) تمام مخلص متلاشیانِ حق اس انداز گفتگو اور اظہار حقیقت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

- قارئین کرام! ذرا سوچیے کہ آپؐ نے قرآن مجید لوگوں کو پڑھایا اس میں جنت کا ذکر آیا ہے اور دوزخ کا ذکر آیا ہے۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہبطِ وحی ہونے کے ناطے اور آپؐ کی خداداد اعلیٰ انسانی صلاحیتوں کی بنا پر آپ حتمی یقین کے ساتھ یہ بات بیان فرما کر اپنے سامعین کے دل موہ لیتے تھے۔ ہر استاد، مربی، مرشد اور شیخ کے انداز گفتگو میں زیر تربیت لوگوں کے لیے لہجہ ہی متاثر کرتا ہے ایک عام آدمی آج جنت اور دوزخ کی بات کرے تو اس کا یقین اس کے لہجے سے چھلکے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یقین ان کے لہجے سے چھلکتا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمالیہ جیسا یقین بھی ان کے لہجے ہی سے چھلکتا تھا اور ہر سامع کو گھائل کر دیتا تھا۔ یہ عین الیقین تھا جس پر حق الیقین کا گمان ہونا فطری امر ہے۔

- اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز گفتگو اور لب ولہجہ کو بے مثال اور اعلیٰ ترین درجے کی شان کا حامل بنانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں جنت، دوزخ، سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کرائی۔ زمین سے پہلے آسمان تک کی حقیقتوں سے آشنا کر کے حق کی معرفت کے وجدان سے مالا مال کر دیا کائنات کی 'حقیقت' کے روبرو کر دیا تھا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعا میں اپنی اُمت کو بھی یہی نکتہ سکھا گئے گویا وقت کے ساتھ سائنسی اور انسانی تجرباتی علوم کے انکشافات کو اللہ تعالیٰ کا 'فعل' دیکھنا ضروری ہے۔ فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقِیْقَۃَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ (اے اللہ! تو ہمیں

چیزوں کو ایسا ہی دکھا جیسا کہ وہ حقیقت میں ہیں)۔

- گویا آپ ﷺ نے قرآن مجید کی جو تشریح فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہم تک احادیث کی صورت میں پہنچی وہ ایک ایسے کامل ترین انسان کی آپ بیتی اور بچشمِ سر مشاہدہ پر مبنی ہے جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اعلیٰ فہم کے درجات کے مطابق (جو غیر انبیاء کو حاصل ہو سکتے ہیں اور کسبی ہیں) سمجھا، یاد رکھا اور بیان کیا تا آنکہ آج ہمارے پاس محفوظ بھی ہے۔

- یہ بات حتمی ہے کہ مشاہدۂ حق کے بارے میں آپ ﷺ سے پہلے اور آپؐ کے بعد قرآن مجید کے حقائق و معارف کا ایسا بیان ممکن ہی نہیں۔ بالفاظِ دیگر قرآن پاک میں مذکورہ ہر شخصیت، ہر تاریخی جگہ، تمام تاریخی آثار، ورثۃ الانبیاء سے آپ ﷺ کو آگہی بخشی گئی اور شعوری (بحالت بیداری) ادراک عطا فرمایا گیا۔

- قرآن مجید کے بھیجنے والے خود خالق کائنات نے آپ ﷺ کو اعلیٰ ترین انسانی سطح پر ممکنہ ملاقات کا اعزاز بخشا جسے ہمارے بعض اکابرین دیدارِ خداوندی کہہ دیتے ہیں اور بعض اسی کیفیت کو دیدار قرار نہیں دیتے (واللہ اعلم)۔ کلامِ خداوندی اور وحی خداوندی کا مہبط ہونے اور آخری کلام کا RECIPIENT ہونے کے شرف پر اضافی طور پر 'خاص کیفیت' کے ساتھ ملاقات (جسے عام انسانی محسوسات کسی درجے میں تصور نہیں کر سکتے) سے بہرہ یاب فرما دیا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ (آپ ﷺ کی اس ملاقات کا معاملہ یقیناً جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی کیفیات کے مقابلے میں 'عکوس فی المرایا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اظہار شوق دیدار الٰہی کے جواب کے تابع ہی ہیں اس فرق کے ساتھ کہ ان تجلیات کی وجہ سے آپ ﷺ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی کیفیات سامنے نہیں آئیں)۔

- مزید برآں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت چونکہ تا قیامت ہے لہٰذا مستقبل کے حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ سائنسی انکشافات اور انسانی علوم کی فراوانی کے نتیجے میں (جیسے آج ہے) جو نئے نئے فتنے جنم لیں گے، تباہ کن ہتھیار بنیں گے، علوم کی ترقی سے مصنوعی موسم، مصنوعی وائرس، مصنوعی جراثیم اور مصنوعی بیماریاں، مصنوعی بارشیں، مصنوعی خشک سالی، مصنوعی خوراک، مصنوعی اور فرضی جنگیں، اسلحے کی تیاری اور فروخت کا مقابلہ، سودی کاروبار کی لعنت، بے حیائی،

بے لباسی، عریانیت، شراب، منشیات جیسے انسان دشمن فتنے سر اُٹھائیں گے، اللہ کے رسول ﷺ نے ان فتنوں سے آگاہی عطا بھی فرمائی۔ آپ کو قیامت تک اور جنت کے داخلے اور جنت کے حالات بھی مشاہدہ کرائے گئے تاکہ آپ ﷺ 'پیغمبر ہر چہ گوید دیدہ گوید' کے مصداق 'تن ورتی'، آپ بیتی اور آنکھوں دیکھی ان کیفیات کو زبان پر لائیں اور یقین سے لوگوں کو دعوت دیں۔

- اسی خلائی سفر کے آغاز میں زمین سے بلند ہو کر جلد ہی آپ ﷺ نے جو منظر دیکھا اور زمین کا ایک دور سے نظارہ فرمایا اس کا آپؐ نے اس روح افزا انداز میں تذکرہ فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا، وَ اِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغ مُلْکُھَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا (مسلم، عن ثوبانؓ)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، چنانچہ میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب دیکھے اور یقیناً میری اُمت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لیے لپیٹا گیا!''

یہ فرمان اُن خوش خبریوں میں سے ایک ہے جس میں آپ ﷺ نے قربِ قیامت میں اسلام کے عالمی غلبے اور نظامِ خلافت کے قیام کی خبر دی ہے۔

- معراج النبی ﷺ کی یہی حکمتیں ہیں جن کی بنا پر آپ ﷺ کی اُمت میں زندگی کے آثار (1400 سال بعد) بھی موجود ہیں۔ گزشتہ تین صدیوں کی غلامی کے باوجود اُمت کا ایک طبقہ حق پر قائم ہے اور مغرب کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے۔ صرف پاکستان جیسے ملک کے باعث (گزشتہ ایک صدی میں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے ہاتھوں) تین صہیونی مغربی عالمی طاقتیں صرف 3.2 ارب سیکنڈوں (سو سال) میں عالمی منظر نامے سے یکے بعد دیگرے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئیں ہیں۔ پہلے برطانیہ 1947ء میں، پھر USSR 1990ء میں اور اب امریکہ (افغانستان سے مراجعت کے بعد) مسلم بیداری کی بھینٹ چڑھ گئے۔ بھارت کا ہندو ابھی اکثریت کے نشے کے خمار میں ہے جلد ہی مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اس کا خمار بھی اُتارنے کا ایسا بندوبست ہوگا جس کا ذکر آپ ﷺ نے غزوۃ الہند کے عنوان سے فرمایا ہے۔

- سیرت النبی ﷺ میں سفر معراج کی تاریخوں میں اختلافات کے باعث ہمارے

ناقص فہم کے مطابق آپ ﷺ کو شاید کئی دفعہ آسمانی سفر (معراج) کا تجربہ ہوا جس میں سے سب سے بڑا اور انقلاب آفریں تجربہ 27 رجب کو مکہ میں ہجرت سے قبل پیش آیا۔ واللہ اعلم

- بڑے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ جیسے بے مثل بے مثال انسان کے لائے ہوئے قرآن کو تو مانتے ہیں مگر اس قرآن کی 'حتمی' اور مستند تشریح جو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچی اس کو نہیں مانتے۔ یہ طرزِ عمل خود قرآن مجید کو متنازع بنانے کا غیر مبارک اور شیطانی کام ہے اس لیے کہ جن قابلِ اعتماد اصحابِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام و رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک قرآن پہنچا ہے انھی فخرِ انسانیت حضرات رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک قرآن مجید کی تشریح بھی پہنچی ہے۔ اس تشریح کو اب دورِ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک محدود کر دینا آج قرآن کی من مانی تشریح کرنے کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔ یقیناً آپ کی عطا کردہ کتاب اور اس کی تشریح ہی سراسر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ بفضل اللہ و برحمتہ، ھو خیر مما یجمعون ۔

فی نعت النبی ﷺ

رشحاتِ فکر حضرت خواجہ حافظ قمر الدین سیالوی

آں جملہ رُسل ہادی برحق کہ گزشتند ۔۔۔ بر فضلِ تو اے ختمِ رُسل دادہ گواہی

آج تک جتنے سچے رسول گزرے ہیں! ۔۔۔ اے ختم المرسلین ﷺ! سب نے آپؐ کی بزرگی کی گواہی دی

تو باعثِ تکوین معاشی و معادی ۔۔۔ اے عبدِ الٰہ ہست مسلّم بہ تو شاہی

یارسول اللہؐ، دنیا و آخرت کی تکوین کا باعث آپؐ ہیں ۔۔۔ اے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے، کونین کی شاہی آپ کو بخشی گئی،

عالم بہوا داریت از ہوش برفتہ ۔۔۔ آہو شدہ در یم و بصحرا شُدہ ماہی

آپؐ کی محبت کے باعث سارا جہاں مدہوش ہے ۔۔۔ ہرن دریا میں چھلانگیں لگا رہا ہے اور مچھلیاں صحرا میں بھاگ رہی ہیں

ز آفاق پریدی و ز افلاک گزشتی ۔۔۔ درجاتک فی السدرہ غیر المتناہی

آپؐ نے آفاق سے پرواز کی اور آسمانوں سے بھی آگے گزر گئے ۔۔۔ آپؐ کے درجات مقام سدرہ سے بھی آگے نکل گئے

امید بکرمت کہ مکارم شیم تست ۔۔۔ من کیستم و چیست معاصی و تباہی

میں حضور کے کرم کا امیدوار ہوں اور کرم فرمانا آپؐ کی پسندیدہ عادات سے ہے ۔۔۔ اس نوازش کے سامنے میری کیا حقیقت ہے، میرے گناہوں کی کیا حیثیت ہے

آیس نیم از فضلِ تو ای روح خداوند ۔۔۔ نظرے کہ رباید ز قمر رنج و سیاہی

اے رحمت الٰہی! میں تیرے فضل و کرم سے مایوس نہیں ہوں ۔۔۔ ایک ایسی نظر فرمائیے جو قمر سے رنج و سیاہی کو دور کر دے

(قسط وار)

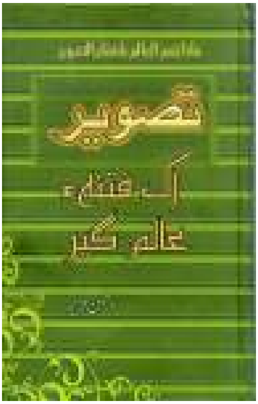

صفحات : 128 قیمت : Rs.200

ناشر: ادارہ مبشرات،

پوسٹ بکس نمبر 126، I-10، اسلام آباد

تصویر ایک فتنۂ عالمگیر

تصویری میڈیا یا بصری صنعت کو اسلامیانے کی کوششیں اور اس کے افسوسناک نتائج!

(تیسری قسط)

تالیف: جناب احسن عزیز شہید

''مغربیت کو اپنا کر مغرب کا مقابلہ کرنا'' اور ''مادہ پرستانہ طریقے اور ذرائع اختیار کر کے جاہلیت جدیدہ کو شکست دینا'' ایک ایسا خواب ہے کہ دجل کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہیں، اور جو فرد و جماعت بھی اس اصول کو اپنائے گی، اپنے ظاہر کو داغ دار کرے گی، باطن کو زخمائے گی۔

مغربی (فلسفہ و) لٹریچر کے ردّ کی خواہش میں 'تجدّد پسندانہ اسلامی لٹریچر'___ رومانوی ناول کے مقابل 'اسلامی ناول'___ مونٹیسری اور پبلک اسکولوں کے مقابلے میں 'اسلامی پبلک اسکول'___ مغربی بینکاری کے سدباب کے لیے 'اسلامی بینکاری'___ جمہوریت کے توڑ کی خاطر 'اسلامی جمہوریت'___ 'غیر اسلامی ٹی وی چینل' کی جگہ 'اسلامی ٹی وی چینل'___ یہ سب کچھ اس دورِ ظہورِ علاماتِ قیامت___ اور عہد قبل مسیح دجال کا ایسا مذاق اور خود فریبی ہے کہ العیاذ باللہ۔

اِجمالاً یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ ان ساری مہمات کے نتیجے میں اسلامی صفوں میں سرمایہ دارانہ نظام کی جڑیں مستحکم ہوئیں، مسلم معاشروں میں جدیدیت کے بیج بوئے گئے، دنیا کی محبت دلوں میں پیوست ہوئی، فقہی مسلّمات پر سے نئی نسلوں کا اعتماد متزلزل ہوا اور لوگ تجدد کی عینک سے ہر چیز کو دیکھنے لگے___! مغربی انداز فکر یا اطوار کو اختیار کرنے کا ہر قدم اور تجدد کی راہ کا ہر مرحلہ، فقہ اسلامی کی (سدا بہار) فصل کو (معنوی طور پر) روند کے آگے بڑھتا ہے۔ اس راہ

کے صدر دروازے پر لکھا ہے کہ 'نیا اجتہاد' آپ کا حق ہے! 'ترقی' آپ ہی کی میراث ہے! اس سفر کا ہر سنگ میل بتاتا ہے کہ چلتے رہیے، اب آپ اپنی 'قدیمی' شاہراہ سے اتنا دُور اور اپنی منزل، اپنے مغیب الشمس سے اتنا قریب ہو چکے ہیں؟ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓا اُولِی الْاَبْصَار۔

ہمارا ایمان ہے کہ موجودہ مغرب کے تمدن و سیاست اور ثقافت ارتقاء و اُٹھان اور نظامِ تعلیم و ... کی عمارت جس فکر و فلسفے کی بنیاد پر کھڑی ہے وہ الہامی مذاہب کے کھنڈرات پر قائم ہے۔ مغرب دعوتِ آخرت نہیں دعوتِ دنیا کا علمبردار ہے، اس کی تعمیر میں ابی کی ایک صورت مضمر نہیں بلکہ کئی صورتیں واشگاف ہیں۔ ان رومی اقوام کے تمدن کا سفینہ ان ایک روحِ خبیثہ کا حامل ہے اس کی ظاہری چکا چوند سے 'فیض' حاصل کرنا اپنی باطنی دولت سے محرومی کا یقینی ... ہے۔ وہاں باطل مذہبیت (کلیسا) کو چھوڑ کر باہر کی ساری زندگی کی اٹھان 'ظاہر' پر قائم ہے، جبکہ اس کے برعکس ہم مسلمان ہیں۔ غیب پر ایمان اور اس کی طرف کامل توجہ کے بغیر ہم اپنے دین کی عمارت کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اس حفظ دین کی خاطر مغرب کے موجودہ تمدنی نظام کو، کہ جو دین سے بغاوت اور مادی سہاروں پر کھڑا ہے، اختیار کر کے اس کا مقابلہ کرنا مقصود نہیں، بلکہ اُسے ردّ کر کے اپنے کو اس سے بچانا ایک مطلوب ہدف ہے۔ باطل کا مقابلہ ایسے نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی ملمع کاری کر کے اِسے اختیار کر لیا جائے۔ نہیں بلکہ باطل کی کوئی اصل نہیں ہوتی اور اس بارے میں سنت الٰہی یہی ہے کہ باطل کا اِبطالِ محض کیا جائے۔ اہل کفر کے نزدیک دنیا کھیل تماشہ ہے، رومیوں نے پورے عالم کو اپنی خواہشات کی تماشہ گاہ بنانا چاہا ہے۔ دین اسلام کے پاس اس فلسفے اور اس کی بنیادوں پر کھڑے جاہلی نظاموں کے لیے بھی وہی ازلی ردّ ہے جو باطل کے لیے ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا
بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَق

بنائیں تو اسے ہم کو کرنا ہی ہوتا تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے۔ (نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔ اور جو باتیں تم بناتے ہو ان سے تمہاری ہی خرابی ہے"۔

لیکن چونکہ سرِ دست موضوع صرف تصویری میڈیا ہے اس لیے اپنی بحث کو صرف اسی تک محدود رکھتے ہیں۔

بصری صنعت کی بنیادی روح

جیسے کہ پہلے بات آئی: بنیادی جاہلیت نے اپنی روح کو دنیا بھر میں پروان چڑھانے کے لیے بصری صنعت یا تصویری میڈیا کو اپنا بنیادی ہتھیار بنایا اور اب اس پورے نظام کی کنجیاں اسی جاہلیت کے ہاتھ میں ہیں اور آئندہ بھی رہیں گی۔ اس میڈیا کی بنیادی 'روح'—— ظاہر پرستی، رغبت دُنیوی، غیب بیزاری، نمود ونمائش، تحریض لذات اور حقوقِ حیوانی کے حصول کی جد وجہد ہے۔ چنانچہ اس 'روح' کو کبھی بھی اس کے 'جسم' سے علیحدہ نہیں کیا جاسکے گا! شریعت اسلامیہ سے اس صنعت کا مزاج ذرّہ بھر لگّا نہیں کھاتا:

شریعت کہتی ہے جان دار کی تصویر حرام ہے	بصری میڈیا کی اساس ہی تصویر ہے
شریعت کا حکم ہے نظر کی حفاظت کرو	وہ کہتا ہے دیکھو اور دِکھاؤ
شریعت کہتی ہے نمود ونمائش سے بچو	وہ کہتا ہے 'اسکرینوں' پر نمایاں رہو
شریعت کہتی ہے دُنیا دھوکے کا سامان ہے	وہ دُنیا کو حسین بنا کر پیش کرتا ہے
شریعت کا تقاضا ہے کہ زہد اختیار کرو	وہ سامان کی حرص بڑھاتا ہے
شریعت سمجھاتی ہے وقت کی قدر کرو	وہ وقت گزاری کے گر سکھاتا ہے
شریعت کہتی ہے آخرت کو ہمیشہ یاد رکھو	وہ ہمیشہ دنیا میں مشغول رکھتا ہے
شریعت چاہتی ہے کہ سادگی اپناؤ	وہ کہتا ہے دیکھو دنیا کہاں پہنچ گئی ہے
شریعت کہتی ہے بُروں کی صحبت سے بچو	وہ ہر وقت صحبتِ غیر صالح مہیا کرتا ہے
شریعت کہتی ہے عبادات میں منہمک رہو	وہ ہر وقت نگاہ ودل اور جسم کو مشغول رکھتا ہے
شریعت کہتی ہے اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کرو	وہ اِس کی فرصت ہی نہیں دیتا!

شریعت کہتی ہے آگے بڑھ کر حقوق العباد ادا کرو   وہ کہتا ہے بیٹھے دیکھتے رہو!

قصہ مختصر، بصری اِبلاغیات اور روحِ شریعت کا اتصال ناممکن ہے۔ جلتی بھڑکتی آگ کو آخر کس طرح ٹھنڈے میٹھے پانی کی جانی کا حق دیا جاسکتا ہے؟ جس ہستی (ﷺ) کی یہ شان تھی کہ اپنے گھر میں کسی تصویر کو مٹائے، توڑے بغیر نہ چھوڑتے تھے، تصویر گھر میں ہوتی تو اظہار ناراضی فرماتے اور اس وقت تک اس میں داخل نہ ہوتے جب تک اسے پھاڑ کر ہٹا نہ دیا جاتا! تو بھلا آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کس طرح تصویری نشریات کو اپنی جانی کا حق دے سکتی ہے؟

اب ان حقائق کے باوجود اگر جاہلی مغرب کا مقابلہ اُنھیں کے سجائے میدانوں میں اور انھیں کے بنائے معنوی ہتھیاروں، فلسفوں اور تصورات سے کیا جائے گا تو پھر ___ میدان انھیں کے ہاتھ رہے گا، کیونکہ وہی اس نامبارک تالاب کے ماہر شناور، اور اس بازار نگاراں کے اصل بیوپاری ہیں، یہ سودا انھیں کے لائق ہے جنھیں 'مغضوب علیہم' اور 'ضالین' جیسے خطابات سے نوازا گیا۔

تصوراتِ تاریخ و شخصیات مسخ ہو گئے

ایک اور پہلو پر غور کیجیے!

سوچیے کہ کہاں انبیاء علیہم السلام کے نفوسِ قدسیہ، اُن کی پرنور ہستیاں اور بابرکت زندگیاں اور کہاں ''قصص النبیین'' پر بنی فلمیں؟ ___ کہ جو اِن عالی مرتبت شخصیات کے مصنوعی خاکے و نمونے، دل و دماغ میں ایسے پیوست کر دیتی ہیں کہ جنھیں کھرچنا ناممکن ہوتا ہے۔ مثلاً ''دی میسج'' نامی فلم (جس میں یہود و نصاریٰ، مقدس کرداروں میں ڈھل کر سامنے گھومتے ہیں) ___ کو دیکھ کر محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کا جو تصور قلب و ذہن پر مرتب ہوتا ہوگا، اُس نحوست و بطلان کو یادداشت کے خانوں سے طول العمر کیا چیز مٹا پائے گی؟ (اس فلم کی نمائش پر مولانا جلالپوری شہیدؒ نے فرمایا تھا کہ ''بلاشبہ اس ذاتِ الٰہی کا حلم و تحمل تھا، ورنہ اس جسارت و گستاخی پر آسمان کو حق تھا کہ آگ برسائے اور زمین کو حق تھا کہ زندہ انسانوں کو نگل جاتی'')۔

اسی طرح کی دوسری فلموں مثلاً انبیائے سابقہ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی قوموں پر عذاب کے واقعات کو ایک 'دلچسپ' تاریخی و داستانوی فلم کے طور پر دیکھنا، اُس رویے کے مقابل کیسا لگتا ہے کہ جب آپ ﷺ ایک معذَّب قوم (ثمود) کی بستیوں کے قریب سے گزرتے

ہوئے صحابہؓ سے فرماتے ہیں کہ (لَا تَدْخُلُوا عَلٰی هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ، اِلَّا أَنْ تَكُوْنُوا بَاكِيْنَ، فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ، أَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ) ''ان عذاب زدگان کی بستیوں میں مت گھسنا مگر یہ کہ روتے ہوئے اور ا□ تم روتے نہ ہو تو ان کی بستیوں میں مت داخل ہو□ کہ کہیں تمھیں بھی وہی کچھ پیش نہ آجائے جو انھیں پیش آ□ی''۔ حتیٰ کہ آپ □ نے وہ□تن اور دیگچیاں بھی ا□ یلوا دیں جن میں وہاں کے کنووں سے□پانی بھرا□ی تھا اور آپ □ اور آپ کے اصحابؓ تیزی سے اپنی سواریوں سمیت اس وادی سے نکل آئے؟ کہاں یہ رویّہ اور کہاں اس □ کچھ کو تماشوں میں اُڑا دینا؟

□ی مثلاً؛ ای□ اچھلتے کودتے ہوئے کارٹون کو (آدم کا□م دینا اور اسے) اچا□ 'اسکیٹنگ' کرتے ہوئے مسجد میں گھسا دینا اور پھر اس ڈرامے کے ذریعے سے بچوں (اور□ے بچوں) کو نماز سکھا□ ۔۔۔ اُس طبع دینی سے کہاں میل کھا□ ہے جس نے دنیا میں نماز کو رو□ الٰہی کا قائم مقام قرار د□ی ہے اور سکینت و سنجیدگی کو اس کا لازمہ قرار د□ی ہے؟

آپ کہیں گے کہ واقعتاً یہ □ تو اچھا نہیں ہے ۔۔۔ بلکہ ہو□ تو صرف یہ چاہیے تھا کہ ۔۔۔!! لیکن! نہیں، ٹھہریے! یہ □ تو اب ۔۔۔ آپ کو اور آپ کے بچوں کو دیکھنا ہوگا کیونکہ ۔۔۔ نفس تصو□ کو تو آپ جا□ قرار دے ہی چکے□ ب تصو□ کو آپ خود کھول چکے، اب اس سے □ رآتے سرد□م جھونکوں اور زہریلی □ھیوں کو آپ کس چھلنی سے چھانٹیں گے؟؟؟

ساتھ ہی اس صنعت نے فرضی کرداروں (اور دل پسند نمونوں) کو بھی تخلیق کیا، اور پھر نئی نسلیں ان بے حقیقت تخلیقات کے پیچھے چل□ڑیں۔ مجھے حیرت ہوئی. □ میں ۔۔۔ اسلام کے □م□ بنے، اور ای□ جلیل القدر صحابی رسول □ کے □م□ی سے منسوب ۔۔۔ ای□ سکول سسٹم کی عمارت میں داخل ہوا۔ ہر کمرہ 'ڈونلڈ ڈک ۔۔۔ مکی ماؤس' وغیرہ کے کارٹونوں سے پٹا ہوا کسی جنگل□ی□□ی گھر کا پیش منظر تھا گو□ی امریکی نباضوں نے جن نفسیاتی اور دعوتی مقاصد کے لیے یہ فرضی کردار تخلیق کیے تھے، وہ پورے ہوئے۔ ڈزنی لینڈ کے یہ سبھی اور دیگر کردار، معصوم ذہنوں میں صہیبِ رومیؓ و بلالِ حبشیؓ کو آئیڈیل بنانے کی راہ میں ای□ رکاوٹ نہیں تو اور کیا ہیں؟

ہمارے دین میں (اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ O الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O) فرما کر علم و تعلّم

کا رشتہ جس ذاتِ حقیقی سے جوڑا گیا ہے اس کے بجائے فرضی و بے حقیقت ہیولوں کی طرف اس کا رُخ موڑنا، توجہات کو غیر دینی شخصیات کی طرف مبذول کرانا ـــــ اور قلم کی عظمت جو ان کو سمجھائی گئی ہے، اس فطری طریق تعلیم کے بجائے تصاویر اور کارٹون کو ذریعہ تعلیم بنانا، مادہ پرستانہ طرزِ فکر کا آئینہ دار نہیں تو اور کیا ہے؟ اندازہ کیجیے کہ دشمنانِ دین اپنے جالوں میں ہمیں پھنسانے میں کس قدر کامیاب ٹھہرے؟ چنانچہ نئی نسلوں میں غیر سنجیدگی و بے تمیزی، مقاصد فطرت سے فرار، عذاب وثواب کو بحثوں سے اجنبیت، اُمت کے درد وغم سے بے نیازی دنیا طلبی میں انہماک اور اس کی کشش سے انسپائر ہو جانا سب کے سامنے ہے!

اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ کی جگہ ـــ میڈیا نے امامتِ فکری سنبھال لی

ایک اور عظیم بگاڑ یہ آیا کہ شریعت کی تعلیم تو یہ تھی کہ فَسْـَٔلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل:43] ''پس پوچھو ان سے جو اہلِ علم ہیں، اگر تم نہیں جانتے'' ـــــ لیکن ان 'اسلامی چینلوں'، 'دعوتی کارٹونوں'، 'جہادی فلموں' اور 'مذہبی پروگراموں' نے دینی کتب، تحقیقی بحثوں اور اہلِ علم کے فتووں، الغرض سارے علمی ذخیرے کی جگہ خود لے لی، (شعوراً نہ سہی لیکن عملاً ایسا ہی ہوا) اب لوگ کتاب نہیں پڑھتے، وہ یہ دیکھتے ہیں کہ 'میڈیا زمانہ' ہے۔ پھر جو کچھ ان فلموں کی تعلیق (کمنٹری) میں نشر کیا گیا، جو کچھ 'آن لائن مفتی' بیان کرتے رہے، ذہنوں نے اُسے (کم وبیش) قبول کیا، چاہے 'پیشکش' جس کی بھی تھی اور چاہے اس 'مذہبی وفکری' مواد کو فراہم کرنے والوں کے عقائد اور علمی سطح واستعداد کچھ بھی تھی۔ اکثر دفعہ تو یہ ہوا کہ اس مواد کو بے قید ذہنوں، اَن گھڑ شخصیات اور دینی تفقّہ وبصیرت سے نابلد افراد نے تخلیق کیا، اور اپنے ذاتی رجحانات اور ذوق کی روشنی ہی میں سب کچھ پیش کیا۔ پھر ادارا[ت]، ٹی وی نشریات اور انٹرنیٹ کمپیوٹر کے ذریعے یہ بصری مواد پوری اُمت میں پھیلایا گیا، اور ہر ناظر وسامع نے بقدرِ عقل اور بقدرِ فہم اپنا اپنا حصہ وصول کیا۔ کسی نے ان کے ناشرین کو 'فقیہ' جان کر قبول کیا اور کوئی انھیں دیکھ سن کر خود 'مجتہد' بن گیا۔ کسی نے ان فلموں سے اتنا تاثر لیا کہ جذبات، عقل کو پیچھے چھوڑ گئے، کوئی ان کے طفیل اتنا عقل مند ہوگیا کہ اسے شرع شریف کے احکامات ہی بھول گئے۔ یوں قرآن وحدیث کی نصوص ایک طرف رہ گئیں، اہلِ حق مفتیانِ کرام کے فتوے دھرے کے دھرے رہے اور لوگ میڈیا ہی کو دیکھ دیکھ کر

سوچنے سمجھنے فیصلے کرنے لگے۔ انھیں اپنے تصورات وعقائد پختہ کرنے اور اصول وفروع مرتب کرنے اور عملانے اور زندگی میں خوب سے خوب متعین کرنے کے لیے یہی کچھ کافی ہوگیا۔

نتیجتاً اسے دیکھنے والوں میں وہی سطحیّت در آئی جو اس جہانِ عکس و آہنگ کا خاصہ ہے۔ اور یوں فکری امامت کی کرسی ـــــ اس اعلامی جن (میڈیا) نے سنبھال لی جس کے خد وخال، حدود و قیود ـــــ بالعموم کسی ضابطے کے پابند نہ تھے۔ جس کی پشت پر کوئی ٹھوس علمی مذہب نہ تھا، اور جسے اب بوتل میں بند کرنا شاید کسی کے لیے آسان نہ ہو اور جس کے اثرات سے بچاؤ کسی کے لیے ممکن نہیں، سوائے اس کے ـــــ جو اپنی آنکھوں پہ ان نگارخانوں کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کرلے اور شرعی رہنمائی کے لیے اہلِ حق علماء اور راسخ فکر، اہلِ مذہب فقہاء کی کتب اور اصلاحِ نفس کے لیے صحیح العقیدہ مصلحین سے اپنا رشتہ جوڑے۔

کبھی لوگ علم ـــ اساتذہ کرام کے سامنے دوزانو بیٹھ کر (جس طرح جبریل امین (علیہ السلام) کی مثال، جو مشہور حدیث جبریل میں مذکور ہے) ـــ اس طرح حاصل کرتے تھے کہ علم سے پہلے ادب سیکھتے تھے لیکن آج ان کے علم کا ذریعہ تصویر اور ویڈیو ہے، جو دیگر جہالتوں سے پہلے بے ادبی سکھاتی ہے۔ چنانچہ دینی علم اور دعوت کے سند بہ سند چلے آرہے ذرائع اور اساتذہ کی بے قدری بھی اس تصویری میڈیا نے سکھائی۔ کبھی دار القرآن و دار الحدیث اور دار الافتاء مراجع تعلیم تھے لیکن کیا کیجیے کہ اب جبکہ ساری مذہبی 'معلومات' (واکثرھا علم غیر نافع!!) کسی 'آن لائن' چینل، مذہبی فلموں سے ـــ مسہریوں اور صوفوں پر نیم دراز ہوکر ہی مل جاتی ہوں ـــ تو اصولِ شریعت کی بے قدری، فکری انتشار، ذہنی ارتداد، علمی ناپختگی اور اس سب کے نتیجے کے طور پر اُبھرنے والی بے مہار تحریکوں، بے سمت طوفانوں اور ان کی حشر سامانیوں کا شکوہ کس سے کیا جائے؟

عوامی سطح پر پیدا ہونے والے فکری خلجان اور دین بیزاری کا حال بھی مولانا سعید احمد جلال پوری شہید کی زبانی سن لیجئے: "ان چینلوں نے کئی نئی اَبحاث (بحثوں) کو جنم دیا۔ نئے نئے افراد اسلامی اسکالرز کے روپ میں سامنے آنے لگے، شرعی مسائل کے نام پر ایسی باتیں بتلائی جانے لگیں جن کو شاید پوری اُمت مسلمہ نے چودہ سوسال میں نہ سنا ہو، کئی مسالک کے علماء کو ایک جگہ بٹھا کر ایک ہی مسئلے کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرکے 'سائل' کو اُلجھا دیا اور علماء کے اختلافِ

رائے کو ہوا دے کر مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی کہ خود علماء میں ان مسائل کے حوالے سے اختلافات موجود ہیں، اس لیے عوام اُلجھ کر رہ گئے کہ وہ کس کی پیروی کریں؟ کس مسلک پر عمل کریں؟ کس عالم کا بیان کردہ مسئلے کا حل صحیح اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے؟ اس طرح ان پروگراموں میں علماء کی شرکت اور ان میں دیے جانے والے 'فتووں' نے مسائل کو حل کرنے کے بجائے مزید گنجلک کر دیا اور علماء پر مسلمانوں کا اعتماد پختہ ہونے کے بجائے متزلزل ہونے لگا''۔

(اسلام کی اشاعت کے لیے الیکٹرونک میڈیا کا استعمال، بحوالہ ماہنامہ ملیت شعبان المعظم 1428ھ)

تصنُّع، تکلُّف، نمائش کی آماجگاہیں!

تکلّف و تصنّع بناوٹ اور غیر ضروری اہتمام ــــــ اس میڈیا کا خاصہ ہیں۔ مشکل ہی ہے کہ کوئی ان ابلاغیاتی نمائشی ذرائع کو اپنائے اور پھر ان مذموم صفات سے اپنا دامن بچا پائے۔ جس نے بھی اس تصویری دنیا کو 'اسلامیانے' کی غیر فطری مہم کو سر کرنا چاہا ــــ ''ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنالیتی ہے تصویریں'' کے مصداق ــــ مغربی اثرات سے اپنا بھرپور حصہ پایا اور تصنع اور تشبّہ کا غبار اپنی ذاتی شخصیت سے آگے بڑھ کر اجتماعی لائحۂ عمل اور پالیسیوں پر بھی چھا گیا۔ عکس و آہنگ کے جادوئی اثرات اسکرینوں سے اُبل اُبل کر ایسوں کے چلتے پھرتے سراپوں میں سرایت کرتے گئے۔ چنانچہ کیمروں کے سامنے کھڑے ہوئے مقرر و مدرّس و منتظم کو نہ جانے اپنے مقاصد عمل یاد رہے کہ نہیں، ہم یہ ضرور یاد رہا کہ جب میری تقریر و درس و بیان کو دنیا بھر کی خلقت دیکھے گی تو ــــ میں کیسا لگوں گا؟ یا مجھے کیسا لگنا چاہیے؟ کیمروں کے سامنے آنے کے جو لوازمات تھے ظاہر ہے انھیں کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ شارع ﷺ کو تو مطلوب یہ تھا کہ:

اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ (رواہ ابوداود و ابن ماجة) ''سادگی ایمان کی وجہ سے ہے''

لیکن کون ہے جو اسکرینوں پر نمائش سے پہلے آرائش و زیبائش اور قابل ستائش نظر آنے کا حق ادا نہ کرتا ہو؟ اور اپنی پیشکش علمی و عملی پر دادِ تحسین نہ چاہتا ہو، پھر اس بات میں کیا شک رہ جاتا ہے کہ تصویر سازی ــــ انفرادی و اجتماعی دکھاوے اور فردی و وہی نمود و نمائش کا وسیلہ ہے۔

اِدھر رفاہی اور سماجی کاموں کو اس تصویری صحافت سے جوڑنا کئی پہلوؤں سے نقصان دہ ثابت ہوا۔ ایک تو ان نمائشی رفاہی کام کرنے والے مسلمانوں کو کیمروں سے مقید کر کے

ای□ قسم کے دکھاوے میں مبتلا کیا□ ۔ آٹے کی بو□ یں ہوں□ سر چھپانے کی قناتیں، کیا کیمروں کی□ دش کے بغیر ان کی حق داروں اور سائلین میں تقسیم آج ممکن ہے؟۔ کیا شخصی نمائش کی طرح تنظیمی □ وہی نمود ودکھاوا اور پھر مسلمان سائلین کو بھکاری بنا کر پیش کر دینا اسی تصو□ ی□ تہذیبی کا ثمرہ نہیں؟ کیا تصنع، تکلف اور نمائش کی ال□ . □ گاہوں سے وہ افراد تیار ہو □ ہیں جو□ رگاہ رسا □ □ (جعلنی الله فداه) کی اس□ غیب□ ہیب سے□ قبول کرنے والے ہوں، جسے کئی دیگر محدثین کے علاوہ امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ای□ ب "مَنُ تُرُجٰی لَہُ السَّلَامَۃُ مِنَ الُفِتَن" کے تحت درج فر□ یا ہے:

اِنَّ یَسِیُرَ الرِّیَاءِ شِرُکٌ، وَ اِنَّ مَنُ عَادَی لِلّٰہِ وَلِیًّا فَقَدُ بَارَزَ اللّٰہَ بِالُمُحَارَبَۃِ، اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الُاَبُرَارَ الُاَتُقِیَاءَ الُاَخُفِیَاءَ الَّذِینَ اِذَا غَابُوا لَمُ یُفُتَقَدُوا، وَاِنُ حَضَرُوا لَمُ یُدُعَوُا وَلَمُ یُعُرَفُوا، قُلُوبُھُمُ مَصَابِیحُ الُھُدٰی، یَخُرُجُونَ مِنُ کُلِّ غَبُرَاءَ مُظُلِمَۃٍ

''بے شک تھوڑی سی□ (دکھاوا) بھی شرک ہے۔ اور جس کسی نے اللہ کے کسی ولی سے عداو□ تی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف . □ کے لیے پکارا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو□ ہیز گار اور گم□ م نیکو کاروں سے محبت ہے، ایسے لوگوں سے کہ . □ غا□ ہوں تو ان کی کمی محسوس نہ کی جائے، اور . □ موجود ہوں تو انھیں □ یا نہ جائے، پہچا□ نہ جائے۔ ان کے دل ہدا□ کے□ اغ ہیں جو (فتنوں کی) □ ری□ □ ھیوں میں سے بھی (روشن اور محفوظ) نکل جاتے ہیں''۔

اپنے ہی پھیلائے ہو□ □ وپیگنڈے سے مت□ ہو□ ، اپنی کارکردگی کو□ تصو□ دیکھ دیکھ کر خوش ہو□ ، اپنی سر□ میوں سے مطمئن ہو رہنا ـــــ اس مہم کے ثمرات میں سے ہے□ ریخ میں ای□ طامع کا قصہ مشہور ہے کہ اس نے لوگوں کو جھوٹی دہائی دی کہ فلاں جگہ کچھ مال مفت □ رہا ہے۔ . □ لوگوں کے ٹھٹھ اُس طرف دوڑے تو یہ طامع بھی اُسی طرف دوڑے کہ شا□ کچھ □ ہی رہا ہو۔ گو□ خود اپنے ہی پھیلائے ہو□ □ وپیگنڈے کا شکار ہوئے۔ جن لوگوں اور تنظیموں نے میڈ□ کی چکا چو□ سے مرعوب ہو کر ان اکھاڑوں میں قدم رکھا، ان کا حال بھی اس سے مختلف نہ

ہوااوران کا یہ شغل ـــــ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (الروم:32)’’ □ فرقے اسی سے خوش ہیں جوان کے □ س ہے‘‘ ـــــ کا مصداق بن □ یے۔ اپنے اور دوسرے □ ظرین کے قیمتی وقت کے ضیاع کا □□ اپنی جگہ ا□ مستقل □ ہ تو ہے ہی۔

’’نظر آؤ! □ کہ ہم تمھیں سمجھ لیں‘‘

جہاں □ جہاد فی سبیل اللہ اور مجاہدین کا معاملہ ہے، اس طبقے □ بھی، □ یو فلم سازی و فلم بینی کے □ ات تباہ کن واقع ہوئے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ بہت سے اہل جہاد میں ذاتی نمود و نمائش کی خواہش پیدا ہوئی اور یہ ا□ مشاہدامر ہے □ کاری تو بندۂ مومن کے لیے ایسا خط□ ک مرض ہے کہ تنہا یہی اس کے ایمان وعمل ضائع کرنے کے لیے کافی ہے۔ نبی رحمت □ کی یہ وعید کہ جہنم میں □ سے پہلے ا□ (□ کار) مجاہد کو ڈالا جائے گا، □ شہرت کی جگہوں □ سے دور بھاگنے کے لیے کافی ہے۔ اس حد□ مبارکہ کے راوی س□ حضرت ابو ہریرہؓ □ یہ فرمان نبوی □ بیان فرماتے تھے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ کہاں وہ قدسی نفوسؓ کہ جن کے اخلاص وعمل کی صداقت □ خود اللہ عزوجل کی گواہی □ وجود بھی ان کا یہ حال تھا کہ □ یشہ ری سے بھی کا □ تھے اور کہاں آج کے کم زور مسلمان جو ہمیشہ فتنوں میں گھرے رہتے ہیں لیکن تصو□ ی ونمائشی دنیا میں رہ کر بھی کبھی فساد□ سے نہیں ڈرتے۔

عسکری پہلو سے بھی دیکھا جائے یہ ا□ کھلی حقیقت ہے کہ جو مجاہدین اسکرینوں □ نمودار ہوئے اُن کی رازداری جاتی رہی اور نتیجتاً امنیت بھی۔ ان کے مر□ ، رہائشی علاقے اور کمین گاہیں دشمن □ خوب خوب آشکارا ہوئیں □ ازحرب کا کوئی پہلو یہود و نصاریٰ کے تجزیہ کاروں سے مخفی نہ رہا، غازیوں کی آمد و رفت کے راستے، عسکری اسالیب، غرض ہر چیز دشمن □ منکشف ہوئی، ان کی کمزوریوں کا علم ہوا۔ ا□ کامیاب چھاپہ مار جنگجو، کہ جسے دیکھا سنا نہ جا سکے، کے بجائے کسی معلوم و مصور کردار کو ڈھو□ ، چھا□ اور ما□ آسان ہو□ یے۔ نتیجتاً صلیبی اتحادی افواج نے جہادی شخصیات و مرا□ کو اپنے □ نوں کی زد □ رکھا۔

معاشرتی طو□ یہ نقصان بھی ہوا کہ مجاہدین کے اہل خانہ اور اولاد کمپیو□ اور □ یو کے رسیا ہو گئے۔ کتنے ہیں جن کے گھر ہر وقت ا□ چالو ’تھیٹر‘ کا نقشہ پیش کرتے ہیں، خواتین □ محرم

مردوں کی عسکری ویڈیو دیکھنا، اور باہتمام اس کے لیے جمع ہونا اپنی جگہ ایک مستقل گناہ اور ناراضی رب کا باعث بنا۔ خود مجاہدین کا کمپیوٹر وانٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے جنگی ویڈیوز میں انہماک اور پھر بعض کی رفتہ رفتہ دیگر بے مقصد اور صریح ناجائز اشیاء میں مشغولیت ایک تلخ حقیقت ہے۔ اور اس بارے حقائق اتنے تلخ ہیں کہ شرم آتی ہے لکھتے۔ افسوس اس دشمن کی پسپائی کے بعد کم از کم مجھ سے تو کوئی یہ بحث نہیں کرسکتا کہ ان جہادی فلموں وتصاویر کا ’فائدہ‘ بہت ہے۔ شراب اور جوئے کے بارے میں اگر قرآن حکیم کا ارشاد یہ ہے کہ اِثۡمُھُمَا اَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِھِمَا تو پھر اس فلم بندی اور فلم بینی کے بارے میں مداہنت سے کام کیوں لیا جائے؟ احسن الفتاویٰ (جلد 8، صفحہ 305) میں ہے:

”ٹی وی دیکھنے والا حدِ جواز پر قائم نہیں رہ سکتا، یہ نشہ کبھی نہ کبھی حرام میں مبتلا کر کے چھوڑتا ہے اور قاعدہ ہے: اَلۡاَمۡرُ الۡمُفۡضِیۡ اِلَی الۡحَرَامِ حَرَامٌ۔ ”جو کام حرام میں ابتلاء کا باعث ہو وہ بھی حرام ہے“۔

اس کے علاوہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ سے دُوری، تعلق مع اللہ اور عبادات سے غفلت مقصدیت سے فرار اور غیر تعمیری مشاغل بھی اس فلم بینی وفلم سازی کے ثمرات ہیں۔ اس تصنع وتضیع وقت کے نتیجے میں افغانستان کے جہاد کی نصرت وشریعت کا عمل بھی صریحاً متاثر ہوا۔ جہادی حلقوں میں غیر سنجیدگی، کوتاہ نظری، فکری ناپختگی اور ترجیحات کا اُلٹ پھیر ـــــ یہ سب بھی بڑی حد تک اسی بصری آلودگی کا شاخسانہ ہے ـــــ اگر کوئی غور کرے ـــــ تو!

کچھ عرصہ قبل کی بات ہے، افغانستان کے ایک سرحدی علاقے میں غازیوں کی ایک عسکری مہم بہت تکلیف دہ نتیجے سے دوچار ہوئی۔ سو (100) سے زائد شہداء ہوگئے اور کوئی ہدف بھی حاصل نہ ہوسکا۔ اس مہم کے محرک کمان دان ـــــ نے خود اعتراف کیا کہ سارا ’منصوبہ‘ انھوں نے فلانے کمان دان کی جنگی فلم سے متاثر ہوکر بنایا تھا۔ یہ سارا نقصان ان رومان پسندی کا نتیجہ تھا جو جنگی ویڈیو دیکھ کر عسکریوں میں پیدا ہوجاتی ہے۔

تصویری عسکریت کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ میدان ہائے جنگ کی حقیقی صورتحال کے بجائے صرف کیمرے کی آنکھ سے محدود امور لوگوں کے سامنے آئے اور ان عکسی تصاویر نے حقیقی صورت حال پر پردہ ڈال دیا۔ کئی مواقع پر حقیقی قیادت بھی ـــــ کیمرے سے اوجھل ہونے کی وجہ

سے ـــــ عامّۃ المسلمین کے ذہنوں سے اوجھل رہی۔ یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ محض ویڈیو دیکھ کر ۔ اور مسائل ۔ کے ادراک کی کوشش، ایسا ظر کو ہمیشہ غلط رُخ پر لے جاتی ہے یعنی صرف اسی طرف، جہاں کیمرے والا اُسے لے جانا (یا لے جانا چاہتا) ہے، بھلے وہ زاویہ ـــــ میدانِ ۔ کے نقشۂ اصلی کا ایسا وہو، کوئی شاذ پہلو یا کوئی غیر تعمیری وغیر مطلوب امر ہی کیوں نہ ہو۔

اس لیے حقیقت پسندی کا تقاضا ہے کہ مجاہدین شرعی از دعوت اور ذرائع کو اپنائیں کہ کفر کے خلاف اپنی قربانیوں کے ثمرات اور کاتِ الٰہیہ کو سمیٹ سکیں۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی نصرت، اسبابِ شرعیہ اور اوصافِ حمیدہ ہی کے نتیجے میں نازل ہوتی ہے اور تصویری کلچر اس کا قاتل ہے۔ بے شک جہاد فی سبیل اللہ ایک شرعی امر ہے اور اس کی بجا آوری کے لیے غیر شرعی ذرائع کو اختیار کرنا ہمیشہ بے برکتی کا دروازہ کھولتا ہے۔ محدث العصر علامہ یوسف بنوری کا تاریخی جملہ کہ ''یوسف بنوری، حرام اور غیر شرعی چیزوں سے دین پھیلانے کا مکلّف نہیں'' ـــــ اہل ورع کے لیے ایک مطلوب رویے کا اظہار ہے۔ حرام ذرائع کو اختیار کر کے حق کی دعوت اور جہاد جیسی عبادت میں نورانیت پیدا ہوسکتی ہے؟ کبھی لوگ آیاتِ قرآنی پڑھ کر بات کو انگیخت کرتے تھے، سیر صحابہؓ کہہ سن کر دل کی سرد انگیٹھیوں کو گرم کرتے تھے لیکن آج اس مقصد کے لیے (انی) تصویریں اور فلمیں ٹھہری ہیں۔ دعوتِ محمدیہ . تیرہ (13) صدیوں سے بغیر ان تصویری سہاروں کے مشرق مغرب پھیلتی رہی تو اچا یورپی ہتھکنڈوں سے متاثر ہو کر ان آلائشوں کو اشا دین کے لیے ضروری قرار دینا خود فریبی اور مغربی تماشا وں کے ہاتھ میں کھیلنے کے سوا اور کیا ہے؟ ہم یہ نشر واشا در سمت میں ہو، اَن گھڑ ذہنوں کی تخلیق نہ ہو، مقصد ہو، بغیر نی تصویروں کے ہو، 'دینی' جہادی موضوع پر ہو اور اہل حق علمائے کرام کی نگرانی میں ہو ـــــ تو ان شاء اللہ بصری ابلاغیات سے مفید کام لیا جاسکتا ہے)۔

حقیقت میں دشمن . یہ کہتا ہے کہ مجاہدین کے میڈیا اور فلموں نے ہمیں شکست دی ہے تو یہ اس کا فریب ہے۔ اس 'اقرار' کے ذریعے سے وہ ہمیں (مغربیت کو اختیار کرنے اور) مزید اظہار اور نمود و نمائش کی دعوت دیتا ہے، اور اس ہماری 'حوصلہ افزائی' کرتا ہے کہ ہماری شخصیات، مجموعوں اور کارکردگی کا کوئی پہلو بھی خود اس کی آنکھ سے اوجھل نہ رہے۔ اور یہود و

نصاریٰ کو کسی اَن دیکھے دشمن اور ان دیکھی بلا سے واسطہ نہ پڑے بلکہ جو کچھ بھی ہو ان کی نظروں کے سامنے رہے،—— بے شک وہ یہی چاہتے ہیں کہ ”نظر آؤ تاکہ ہم تمھیں سمجھ لیں!“۔

خود ہم نے اپنے جہادی سفر میں —— کشمیر اور افغانستان میں دعوتی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی اعلامی و افلامی دنیا کا قریب سے مشاہدہ کیا اور کبھی اسے کارِ خیر جان کر اس آہنگ دعوت کو اپنانے کی کوشش بھی کی لیکن جب ایک طرف اہل حق علمائے کرام سے استفادے کا موقع ملا اور ساتھ ہی تصویری اعلام (میڈیا) کے نتائج و عواقب پر غور کیا تو اللہ تعالیٰ نے بحمدہٖ، آنکھوں پر پڑے پردے ہٹا دیے۔ بے شک شریعت سے ناطہ توڑ کر دعوت دین اور جہاد فی سبیل اللہ کی حیثیت سراب اور استدراج کے سوا کچھ نہیں رہ جاتی، نَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَنَتُوۡبُ اِلَيۡهِ۔

ذاتی حوالے سے ایک بات اور بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جو ٹوٹی پھوٹی نظمیں میں جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع پر لکھتا رہا، کچھ کرم فرما میرا موقف جاننے کے باوجود بھی اپنی ویڈیو فلموں میں اسے سموتے رہے۔ چنانچہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے پر اپنی برأت کا اظہار بھی کر چلوں اور اس موضوع پر اپنا حاصل مطالعہ و حاصل مشاہدہ آپ کے سامنے رکھ دوں۔ اللہ تعالیٰ ان ربانی علمائے کرام کو جزائے خیر عطا فرمائیں جن کی تحریر و تقریر سے اس جانب رہنمائی ملی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی شریعت کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

یہاں پھر وہ بات دہراؤں گا کہ اس تحریر کا مقصد تنظیمات و جماعات پر طعن زنی نہیں، بلکہ مقصود صرف اتنا ہے کہ دین کی ایک اہم بات جو سمجھ آئی، اسے اپنے مسلمان بھائی بہنوں تک پہنچا دیا جائے۔

آخر وہ کون سا اسلام ہوگا جس کی عظمت ایک حرام اور ملعون چیز کے ذریعے دوبالا کی جائے گی؟

ہم اپنے اس باب کو شہید حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں:

”فلم اور تصویر کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے اور ان کے بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے—— یہ مشورہ کہ اس حرام اور ملعون چیز کو عظمت اسلام کے لیے استعمال کرنا چاہیے، کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شخص یہ مشورہ دے کہ چونکہ اس زمانے میں سود سے

چھٹکارا ممکن نہیں اس لیے اس کے حلال یا حرام ہونے کی بحث تو بے کار ہے، ہونا یہ چاہیے کہ تمام اسلامی ممالک سود کی نجاست سے مسجدیں تعمیر کیا کریں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر وہ کون سا اسلام ہوگا جس کی عظمت ایسی حرام اور ملعون چیز کے ذریعے دوبالا کی جائے گی؟ بلکہ حلال وحرام کی بحثوں کو ہی بالائے طاق رکھ دیا جائے تو اسلام باقی ہی کہاں رہا، جس کی تبلیغ واشاعت اور عظمت وسربلندی مطلوب ہے؟ــــ صاحب شاید یہ نہیں جانتے کہ اسلام اپنی اشاعت وسربلندی کے لیے ان شیطانی آلات کا منّت کش نہیں ہے، اور ان شیطانی آلات سے جو چیز فروغ پائے گی وہ اسلام، محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا اسلام نہیں ہوگا، بلکہ ـــــ صاحب اور ان کے ہم نواؤں کا خود ساختہ اسلام ہوگا۔

جس میں ـــــ نہ کفر وایمان کا امتیاز ہو، نہ حلال وحرام کی تمیز ہو، نہ جائز وناجائز کا سوال ہو، نہ مرد وزن کی حدود ہوں، نہ نیکی وبدی کا تصور ہو، نہ اخلاص ونفاق کے درمیان خطِ امتیاز ہو ـــــ ایسے نام نہاد اسلام میں سب کچھ ہوگا مگر یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا اسلام نہیں ہوگا''۔

''جہاں تک فلم میں اصلاحی وانقلابی تبدیلیوں کا تعلق ہے، میں بتا چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں تصویر نجس العین اور ملعون ہے۔ اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اور مؤرّخِ اسلام علامہ سیّد سلیمان ندوی ایسی نابغہ روزگار شخصیتوں کو بھی جو کسی زمانے میں بڑے شد ومد سے تصویر کے جواز کے قائل تھے، یہ اعتراف کرنا پڑا تھا کہ موجودہ دور کی عکسی تصویر بھی فرمودۂ نبوی ﷺ کے مطابق حرام اور ملعون ہے۔ پس جو چیز بذاتِ خود نجس ہو اس کو کس طرح پاک کیا جا سکتا ہے، جب کہ اس کی ماہیت بدستور باقی ہو؟ کیا پیشاب کسی بڑی میں صاف کر لیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا؟ فلموں میں کیسی ہی تبدیلیاں کر لی جائیں ان کی ماہیت نہیں بدل سکتی، ہاں آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اس کے فحش اجزاء کو حذف کر دیں، اس میں سے نسوانی کردار چھانٹ دیں، اس کے باوجود فلم فلم ہی رہے گی، (جب) اس کی ماہیت ہی سرے سے حرام اور ملعون ہے، تو کوئی سا اصلاحی وانقلابی اقدام بھی اس کو حرمت وملعونیت سے نہیں بچا سکتا، ہاں اس کا ایک نقصان ضرور ہوگا کہ ابھی تو عام سے عام مسلمان بھی فلم کو گناہ سمجھتا ہے، ـــــ صاحب کے فتویٰ کے بعد بہت سے ناواقف لوگ اس کو گناہ بھی نہیں سمجھیں

گے۔۔۔اور یوں فسق سے کفر کی حد پہنچ جائیں گے۔اور ۔۔۔صا کا مقصد یہ ہے کہ حج وغزوات وغیرہ اسلامی شعا کو فل جائے تو یہ اس سے بھی ین چیز ہے، اس لیے کہ اسلامی شعا کو تفریح اور لہو ولعب کا موضوع شعا اللہ کی بے حرمتی اور توہین ہے۔ چہ ایسا کرنے والوں کا یہ مقصد نہ ہو، اور چہ وہ اس دقیقہ کو سمجھنے کی بھی صلا نہ ر ہوں۔ اور اس سے بھی یہ کہ ایسی فلموں کو واقف لوگ کارِ ثواب سمجھا کریں گے (جیسا کہ فلم حج کو بہت سے لوگ ی عقیدت سے ثواب اور عبادت سمجھ کر دیکھتے ہیں)۔اس کا سنگین م ہو لکل واضح ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہ کا کام اور انتعالیٰ کے غضب ولعنت کا مو قرار دیا تھا، یہ لوگ ٹھیک اسی چیز کو عبادت اور رضائے الٰہی کا مو سمجھتے ہیں، یہ ا اور رسول سے صریح مقابلہ ہے، اور ائے تعالیٰ کی شریعت کے متوازی ای نئی شریعت تصنیف کس قدر سنگین م ہے، اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ فلمی صنعت میں کوئی ایسا اصلاحی وانقلابی اقدام ممکن نہیں جو اس صنعت کو اکی لعنت سے نکال ''۔ (''آپ کے مسائل اور ان کا حل''، جلد ہفتم، صفحہ 401-403) (جاری ہے)

قابلِ توجہ

کر دا س کے عذاب سے نجات کے لیے خود قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کریں اور اپنے گھر والوں (بچوں، جوانوں، بوڑھوں اور خواتین) کو آمادہ کریں، گھروں دکانوں اور کام کی جگہوں پ قرآن کی آڈیو کیسٹیں لگائیں کہ ماحول قرآن کی آواز سے معطّر رہے۔

تلاوت خود سنیں، دوسروں کو سنائیں

مفکّرِ پاکستان
حضرت علامہ اقبال کے نام
مصنّف کا ایک تصوّراتی خط

2007ء سے 2010ء تک راقم کے حکمت بالغہ میں شائع شدہ مضامین پر مشتمل ایک کتاب 2012ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں ان سطور کے راقم کا ایک تصوراتی خط بھی شامل اشاعت تھا۔ جو حضرت علامہ اقبال کے نام تھا۔ ذیل میں بعض دوستوں کے اصرار پر یہ خط علیحدہ سے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

بسم اللہ الرّحمٰن الرَّحیم

بخدمت بزرگوار علامہ محمد اقبال مسرور و شگفتہ باشید

مضمون: سو سال بعد آپ کا ایک انقلابی VISIONARY ہونے کا اعتراف

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ

01۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آپ عالم برزخ میں اپنی مرقد منور میں آرام سے ہوں گے آپ کی مرقد جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگا جو بے پناہ وسعتوں کا حامل ہوگا۔

02۔ آپ کے کلام سے جذبہ حاصل کرنے والے خوش نصیب لوگوں میں سے ایک ان سطور کا راقم بھی ہے۔ کافی عرصے سے خواہش تھی کہ آپ سے رابطہ کر کے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے حالات آپ کے سامنے رکھوں مگر مناسب ماحول اور مناسب الفاظ نہیں پا رہا تھا اس لیے دیر ہوگئی۔

03۔ آپ نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے 'شکوہ' اور 'جوابِ شکوہ' کے ذریعے جو 'صور' پھونکا تھا (شکوہ جولائی 1911ء اور جوابِ شکوہ ستمبر 1913ء اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور)

اس کے ٹھیک ایک صدی بعد آپ سے رابطہ ممکن ہوسکا ہے۔

04۔ صدی ڈیڑھ صدی کی اغیار کی غلامی میں 'آسودہ' اُمت مسلمہ نے انگڑائی لی اور آنکھ کھولی تو آپ نے اپنی بانگ درا (گھنٹی کی آواز) سے اُسے ایک باوقار اور خوبصورت قافلہ بنا دیا کہ دنیا حیران رہ گئی اور بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں 1366ھ کے رمضان کی 27ویں شب ملک پاکستان منصۂ شہود پر آ گیا۔

05۔ آپ کی شاعری نے ابلیسی صہیونی مغربی استعمار پر شانِ کلیمی سے ایسی کاری ضرب لگائی (ضربِ کلیم) کہ برطانیہ کی عظیم سلطنت وقوت اس سے جانبر نہ ہوسکی۔ ابلیس کی فوری منعقدہ مجلس شوریٰ اگر امریکہ کو آگے بڑھا کر حالات کو نہ سنبھالتی تو دنیا کا نقشہ ہی اور ہوتا۔ برطانیہ عظمیٰ کے ایک سابق وزیر اعظم کے اعترافی بیان کی کاپی اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔

06۔ ابلیسی صہیونی برطانوی استعمار نے مسلم بیداری کے جوش اور ولولہ کے نتیجے میں پاکستان کا مطالبہ مان تو لیا مگر پہلے مرحلے میں ہی بدنیتی سے بہت سے مسلم اکثریت کے علاقے ہندو کو دے دیے پھر کشمیر میں جنگ چھیڑ دی اور کشمیر جنت نظیر کو متنازعہ بنا کر ایک ناسور بنا دیا کہ آج تک اس سے مسلم خون بہہ رہا ہے۔ حیدرآباد دکن پر ہندو نے برطانوی اشیر باد پر قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کی شب قبضہ کرلیا۔ جوناگڑھ پر بھی یہود کے فلسطین پر قبضے کی طرح ہنود نے ناجائز قبضہ کرلیا۔ مسلم دشمنی کے ان اقدامات پر عالمی طاقتیں ہندو غاصب کی پیٹھ پر تھپکی دیتی رہیں۔

07۔ نم آنکھوں کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت بھی کر رہا ہوں کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات، امریکی اشارے، روسی تعاون اور ہندو کی مسلم دشمن سوچ کے تحت 1971ء میں پاکستان کا ایک بازو کاٹ کر الگ کر دیا گیا، جو اَب برادر ملک بنگلہ دیش کہلاتا ہے۔

08۔ پاکستان کا وجود، وطنیت پرستی کی نفی، خدا کا اثبات اور مذہب و ریاست کے یکجا ہونے کی علامت تھا اور اُمید تھی کہ پاکستان ایک مسلم نظریاتی ریاست کی حیثیت سے اُبھرے گا——— مغرب کی ابلیسی طاقتوں کو 1949ء کی قراردادِ مقاصد کی منظوری کی صورت میں اپنی موت نظر آئی۔ لہٰذا پاکستان کی سالمیت کے خلاف ابلیس کی پے بہ پے مجالس شوریٰ منعقد ہوئیں اور عالمی یہودی کانگریس (WORLD JEWISH CONGRESS) اور اسرائیلی عمائدین پاکستان

کے وجود ہی کے خلاف سازشیں کرنے لگے، فوجی حکمرانوں کے ذریعے پاکستان کو مسلسل عدمِ استحکام کا شکار بنائے رکھا اور مرضی کے سول حکمرانوں کو بھی کبھی سکون نہ آنے دیا۔

09۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا کہ ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کے باجود 1998ء میں پاکستان ایٹمی قوت بن گیا۔ اس سلسلے میں ابلیسی قوتوں کا زبردست دباؤ تھا مگر پاکستان کے بہی خواہ متعدد عمائدین حکومت لائق صد تحسین ہیں کہ اُنہوں نے پہلے بھی اور اب تک اس سلسلے سے میں کوئی دباؤ قبول نہیں کیا۔

10۔ آپ کو یہ جان کر انتہائی مسرت بخش اطمینان ہوگا کہ 79ء میں شمالی مغرب کی طرف سے بے خدا کیمونسٹ استعمار بری نیت سے پاکستان کی طرف بڑھ رہا تھا کہ پاکستان افغان عوام نے مل کر اس بدمست عالمی طاقت کو ہزیمت سے دوچار کر کے قصہٗ ماضی بنا دیا، اس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں برطانیہ عظمیٰ کے زوال کے بعد جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے ہاتھوں 1990ء میں دوسری عالمی طاقت بھی غوری، غزنوی اور ٹیپو سلطان کے جانشینوں کے ہاتھوں ماضی کے دھندلکوں میں گم ہوگئی۔

11۔ برادر مسلم ملک افغانستان کا آپ نے ذکر فرمایا تھا اور ان کے مسلّم آہنی عزم اور دینی غیرت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کچھ مشورے دیے تھے۔ الحمدللہ کہ برادر افغان بھائیوں نے پہلے روس کے خلاف سینہ سپر ہوکر درویشانہ بہادری کی داستان رقم کردی۔ دوسری مرتبہ اس ابلیسی صہیونی استعمار نے امریکہ کی سر براہی میں 2001ء میں پھر افغانستان کا رُخ کیا اور خواہش کے باوجود اب تک افغانوں کے جسم و جان سے 'رُوحِ محمدؐ' کو نہیں نکال سکا۔ بلکہ دس سالوں کی مسلسل ناکامیوں کے بعد بدحواس ہو چکا ہے اور عنقریب زخموں سے چور ہوکر ایسا گرے گا کہ واقعی مغربی استعمار پر END OF HISTORY کا لیبل لگ جائے گا۔ برطانوی ہند کا مسلم علاقہ جہاں آپ نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا خواب دیکھا تھا وہ ایک صدی میں تین عالمی طاقتوں کی موت کا گھاٹ ثابت ہوا ہے۔

پاکستان پہلے چالیس قمری سال تو ہر طرح سے دشمنوں کے نرغے میں رہا ہے مگر اس کے بعد 86ء سے حالات چیونٹی کی رفتار سے مجموعی طور پر بہتری کی طرف جا رہے ہیں اور الحمدللہ

پاکستان کی ریاست اپنے قیام کے مقصد کی طرف بڑھ رہی ہے۔

12۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے ساتھ مئی 1948ء صہیونیت اور ابلیس کی ذرّیت صلبی و معنوی نے اسرائیل نام سے ایک 'ناجائز' ریاست بنالی تھی جو مسلسل مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں شریک ہے اور مشرقِ وسطیٰ میں اس نے فلسطینی مسلمانوں پر قیامت ڈھا رکھی ہے۔

13۔ حالات کا رُخ بتا رہا ہے کہ آپ کے VISION کے عین مطابق تہران و اصفہان سے ایک قوت اُٹھ کر اس صہیونی عفریت کو پا بہ زنجیر کر دے گی اور یوں اگلے چند عشروں میں آپ کی یہ توقع پوری ہوتی نظر آ رہی ہے کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر!

14۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس بے پایاں احسان پر احسان مندی کے جذبات کے ساتھ ساتھ فخر بھی ہے کہ آپ جیسا رہنما ملا جس نے یہاں کے مسلمانوں کو وہ جذبہ اور ولولہ دیا جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ہے۔ آپ کی بانگ درا —— سے بیدار ہو کر آگے بڑھنے والے مسلمان ایسے آگے بڑھے —— ایسی شمشیرِ بے زنہار بنے، ایسا سیل رواں بنے کہ —— دنیا حیران ہے کہ صرف ایک سو سال کے اندر تین عالمی صہیونی مغربی سپر طاقتوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا باعث بن گئے اور فرشتے آسمان پر سہمے ہوئے ہیں کہ کل کے غلام آج کے غوری اور غزنوی کیسے بن گئے اور آپ کی عقابی نگاہ میں برطانوی ہند کا شمال مغربی علاقے کی بڑی اہمیت تھی جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا:

افغان باقی کوہسار باقی الحکم للہ الملک للہ

اور

آسیا یک پیکرِ آب و گل است ملت افغان درآں پیکر دل است!
از فسادِ اُو فساد آسیا از کشادِ اُو کشاد آسیا

(ترجمہ: ایشیا مٹی اور پانی کا ایک جسم ہے۔ اس جسم میں ملت افغان ایک دل ہے۔ اس کے فساد سے ایشیا کا فساد ہے اور اس کی خوشحالی میں ایشیا کی خوشحالی ہے۔)

_____ آپ کا مشاہدہ صد فی صد درست نکلا اور آج آپ کی عظمت فکر، عروج تخیل اور صحت فکر کا لوہا دنیا مانتی ہے کہ برطانوی ہند کا شمال مغربی علاقہ عصر حاضر میں ابلیسی عالمی صہیونی سپر طاقتوں کا قبرستان بن گیا ہے اور وہ دن دُور نہیں جب آپ کی بصیرت (VISION) کے مطابق مشرقِ وسطیٰ میں حق و باطل کی عظیم جنگ (ARMAGADON) کے فیصلہ کن مرحلہ میں اسی وادئ سندھ (دریائے کابل بھی دریائے سندھ میں آکر گرتا ہے، لہٰذا افغانستان بھی سندھ کی وادی کا حصہ ہے) کا بازوئے شمشیر زن اُٹھ کر باطل کا ستیاناس کر دے گا۔

از خاکِ سمرقندے ترسم کہ دگر خیزد
آشوبِ ہلاکوئے ہنگامۂ چنگیزے

خضر وقت از خلوت دشت حجاز آید بروں
کارواں زیں وادی دور و دراز آید بروں

اور اس طرح نوعِ انسانی پر آشکار ہوگا کہ میرِ عرب ﷺ کو مشرق سے آنے والی ٹھنڈی ہوا کی رمز کیا تھی۔

میر عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

اور جنوبی ایشیا میں مسلم ریاست کے لیے آج کے صوبہ خیبر پی کے، سندھ، پنجاب، بلوچستان کے علاقوں پر خالق کائنات کی نگاہِ انتخاب کیوں پڑی تھی اس لیے کہ افغانستان اور پاکستان کے یہ علاقے مل کر ہی انسانیت کو ابلیسی قوت کے جال سے نکالنے کا عزم رکھتے ہیں اور بے پناہ جذبے سے سرشار ہیں۔ آپ کا یہ تجربہ بھی بالکل صحیح تھا کہ آپ کے مخاطب مسلمان کم کوش تو ہو سکتے ہیں بے ذوق نہیں تھے۔ ایک صدی کے حالات وواقعات نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

15۔ آپ کے (اپنی مرقد میں) آرام میں مخل ہونے اور سمع خراشی کی بے باکانہ جرأت پر معذرت خواہ ہوں۔

بصد احترام

ایک دردمند مسلمان
انجینئر مختار فاروقی

میری نماز

مولانا محمد انور چیمہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عبادات میں سے نماز کا ذکر سب سے زیادہ فرمایا ہے۔ شاید اس لیے کہ اُس کے حبیب سرورِ کونین ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نماز ایک تحفہ ہے جو خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو معراج سے واپسی پر عطا فرمایا تھا۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں بندہ کئی مرتبہ اللہ کے در پر سربسجود ہوتا ہے اور اپنی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی معافی اپنی اُمنگیں اور آرزوئیں منظوری کے لیے اللہ کے حضور پیش کرتا ہے۔ دین اسلام میں مقرر کردہ تمام عبادات کا معاملاتِ زندگی سے بھی گہرا تعلق ہے۔ اگر ان عبادات کو معاملات سے علیحدہ کر دیں تو عبادات بے ثمر ہو جاتی ہیں۔ شاید اسی لیے حکم ہے کہ مسجد میں باجماعت نماز ہو رہی ہو اور مسجد کے دروازے پر کوئی کافر کسی مسلمان کو مار رہا ہو تو مسجد کے اندر باجماعت کھڑے نمازیوں پر فرض ہے کہ وہ نماز توڑ کر پہلے اپنے مسلمان بھائی کی جان بچائیں۔ نماز انسان کو منظّم کرتی ہے۔ پنجگانہ نماز تنظیم سازی کی راہ دکھاتی ہے۔ دین میں نماز کی اہمیت سرکار دو عالم ﷺ کے اس ارشاد سے ظاہر بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا: اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ (نماز دین اسلام کا ستون ہے)۔ نماز کی ہر ہر ادا اللہ تعالیٰ کو بڑی پسند ہے۔ جب آدمی عاجزی کے ساتھ اپنے ہاتھ زمین پر پھیلا دیتا ہے، گھٹنے ٹیک کر اپنے آپ کو اللہ کے حضور سرنڈر کر دیتا ہے، اپنی عزت و ناموس کی علامت ناک اللہ کے سامنے رگڑ دیتا ہے، عقل و خرد کا منبع اپنا ماتھا رب کی

چوکھٹ پر رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سب سے بڑا شاہکار انسان جب اس انداز میں سجدہ ریز ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا اتنی پسند آتی ہے کہ فرشتوں کو فرماتا ہے آؤ دیکھو میرے خلیفہ کو میرے سامنے کس طرح سجدہ ریز ہے، یہ وہی ہے جس کی پیدائش پر تم راضی نہ تھے۔ یہ سجدہ انمول ہے یہ سجدہ انسان کو دنیا جہان سے مستغنی بنا دیتا ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

سب سے بڑی عبادت جو انسان کو سچا مسلمان بناتی اور گناہوں سے بچاتی ہے وہ نماز ہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں جگہ پاک، لباس پاک، بدن پاک، نیت نیک اور دل پاک ہونا ضروری ہے۔ یہاں میں آپ کو ایک درویش کا دلچسپ واقعہ عرض کرتا ہوں۔ علامہ قشیریؒ تصوف کی دنیا میں اپنا نام رکھتے ہیں رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز میرے استاد محترم نے مجھے فرمایا اے قشیری میں تجھے ایک عجیب واقعہ سناؤں کہ ایک خوش پوش آدمی مسجد کے دروازے پر نماز پڑھ رہا تھا، توقف کے بعد میں نے نمازی سے پوچھا کہ مسجد کے اندر نماز کیوں نہیں پڑھی۔ اس نمازی نے جواب میں کہا کہ گھر سے تو صاف ستھرا لباس اسی نیت سے پہن کر آیا تھا جب مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ اپنے دل کی کیفیت دیکھی تو مجھے میلی لگی مجھے جرأت نہ ہوئی کہ میں اللہ کے پاک گھر میں اس گندے دل سے داخل ہو کر نماز پڑھوں۔ اس خوف کے مارے باہر ہی پڑھ لی ہے۔

نماز اٹھنے بیٹھنے اور جھکنے کا نام نہیں۔ احکاماتِ الٰہیہ پر صدقِ دل سے یقین کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق ان پر عمل بجالانے کو عبادت کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں رشد و ہدایت، اشاعت و تبلیغ، نظامِ اسلام کی حفاظت، جہاد کی تیاریاں داخلی خارجی امور کے باوجود جو چیز نمایاں نظر آتی ہے وہ آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

نماز میں انسان جب اپنی تمام خداداد صلاحیتیں اللہ کے در پر رکھ کر صرف اسی کے حضور میں حاضری بھرتا ہے تو دنیا کو پیغام دیتا ہے کہ اپنی زبان، کان، منہ، ہاتھ، پاؤں اور دل و دماغ اور تمام تر خداداد صلاحیتوں کو قبضے میں رکھیں اور اللہ کے مقصد کے خلاف متوجہ تک نہ ہوں، اسی کو انسانیت کہتے ہیں۔ بے نماز انسان انسانیت سے بے خبر ہوتا ہے۔ آپ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سجدے کا حکم نہ ماننے پر عزازیل یعنی شیطان

ابلیس لعنتی ٹھہرا۔ گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

سوچیں کہ ہر روز پانچ وقت فرض نماز میں 96 سجدے نہ کرنے والا کتنے ثواب سے محروم رہتا ہے اور کس قدر خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت
ز حکمش عزازیل بیزار شد بہ زندان لعنت گرفتار شد

نماز کے حرکات وسکنات اور اس کے ڈسپلن میں غور کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے انسان کے اندر جو جہان ہے اس میں غلبہ دین کی تربیت دی جارہی ہے جو دن میں پانچ وقت باجماعت لازم ہے۔ ذرا تصور کریں کہ تکبیر اُولیٰ کے وقت کس طرح نمازی مسجد میں امام کے پیچھے کندھے سے کندھا ملا کر سیدھے صف آرا ہوتے ہیں کہ اگر صف کے ایک سرے سے تیر چھوڑا جائے تو بغیر ضرر صف کے دوسرے سرے تک پار ہوجائے۔ نماز باجماعت کی صف بندی دیکھ کر میدانِ جنگ میں صف آراء ہونے کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ ایسے ہی جب دورانِ نماز امام کو کوئی عذر پیش آجائے تو امام کے پیچھے والا نمازی آگے بڑھ کر جماعت پوری کراتا ہے۔ اس کی ایک مثال غزوۂ موتہ میں سامنے آئی کہ جب مسلمانوں کے لشکر کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں شہید ہوگئے تو جھنڈا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا اور جب دشمن نے ان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے اور وہ بھی شہید ہوگئے تو جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا اور جب وہ بھی شہید ہوگئے تو مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بنالیا۔ غور کریں کہ نماز کا یہ نظام کیا تربیت دے رہا ہے۔ نماز کہیں میدانِ جنگ کا نقشہ پیش کررہی ہے اور کہیں ریاست کو سنت رسول کے اندر رہنے کا پیغام دے رہی ہے۔ یہاں ذرا سوچیں کیا ہم نے اپنی عملی زندگی میں اس پیغام پر کس حد تک عمل کیا۔

جب انسان اپنے دونوں ہاتھ بلند کرکے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ واحد خالق ومالک کی حاکمیّت مع کلی اقتدار بلا شرکت غیرے کی تسلیم ورضا کا پیکر ہونے کا مظاہرہ کرتا ہے۔ الرحمٰن الرحیم کا اقرار کرتا ہے کہ دنیا میں امن وسلامتی رحم ومہربانی کا بول بالا ہوگا جس سے یقین

دلاتا ہے کہ فتنہ وفساد کھڑا نہیں ہونے دے گا۔ جب مالک یوم الدین کہتا ہے تو قیامت کے دن حساب و کتاب اور خدا کے خوف سے انسانیت کا بھلا مانگتا ہے۔ ایاک نعبدوایاک نستعین کہہ کر من دون اللّٰہ کی نفی اور الٰہ العالمین ربّ کریم کی حاکمیّت وطاقت کا واحد سرچشمہ ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اِہدنا الصراط المستقیم کی التجا کرتا ہے کہ خود اور دوسروں کو بھی درست رکھوں گا۔ ولا الضالین کے مکرر اقرار سے ’حتیٰ لاتکون فتنۃ‘ کا ارادہ باندھتا ہے۔ یہ ہے اصل میں نماز۔ کیا ہماری نمازیں بھی ایسی ثمر آور ہیں؟ ہماری تو نماز کے فوراً بعد کی دعائیں بھی مقبولیت نہیں کر پاتیں۔ کیا وجہ ہے؟ کہاں خرابی ہے؟ کہیں ہم نے عیسائیوں کی غلامی تو نہیں اختیار کر لی جس طرح انہوں نے کلیسا کو ریاست سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ کہیں ہم نے بھی عبادات کو معاملات سے علیحدہ تو نہیں سمجھ رکھا۔ ایسے میں تو نمازیں بے ثمر ہو جائیں گی کیونکہ معاملات کا حسن نمازوں کا ثمر ہوتا ہے۔

نمازیں بے ثمر اس وقت ہوتی ہیں جب ریاستی معاملات بے دین لوگوں کے حوالے کر دیے جائیں اور عوام الناس معاملات میں دینی احکامات سے منہ موڑ جائے۔ اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ روز قیامت ایک بزرگ صورت آدمی جنت کی طرف جانے لگے گا تو ایک بڑھیا اُٹھ کر بارگاہ الٰہیہ میں عرض کرے گی کہ مجھے اس شخص کے خلاف شکایت ہے۔ حکم خداوندی سے فرشتے اس بزرگ صورت شخص کو جنت جانے سے روک لیں گے۔ بڑھیا اپنی شکایت سنائے گی کہ یہ شخص میرا پڑوسی تھا ایک رات میرے گھر ڈاکو آ گئے، میں بیوہ اپنی بیٹی سمیت گھر میں تھیں، میں کسی طرح اس پڑوسی شخص کے گھر پہنچی تو یہ شخص مصلیٰ پر سجدہ میں گرا پڑا رو رہا تھا مصلیٰ آنسوں سے تر تھا۔ میں نے اس نمازی پڑوسی کو مدد کے لیے پکارا تو اس نے کہا میرے پاس فرصت نہیں، میں تو نماز میں خدا کے خوف سے آنسو بہانے میں مصروف ہوں۔ میں ناامید ہو کر چلی آئی ڈاکو گھر لوٹ کر چلے گئے۔ بیٹی نے چھپ چھپا کر عزت بچائی۔ یہ میری شکایت ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ایسی نمازیں اور سجدے اور ایسے آنسو اس شخص کے منہ پر مارو۔ ایسی عبادت کی کیا قیمت۔

جب معاملات کو نماز کا جز ولاینفک سمجھا جائے تو نماز کا ہر ہر عمل یعنی اس کے اوقات، شرائط، ارکان، واجبات، سنتیں، تعداد اور رکعتوں کے تعین میں حکمتوں کے خزانے چھپے پڑے میسر ہوتے ہیں۔ نماز کے اوقات میں پانچ کے عدد میں بھی کئی حکمتیں ہیں۔ ایک راز یہ بھی ہے

کہ ربّ تبارک تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ہے جو پانچ حروف پر مشتمل ہے۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام محمد بھی پانچ حروف پر مشتمل ہے۔ ان پانچ حروف کی برکات کے اثرات پانچ وقت کے ہر نمازی کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح پنجگانہ نماز اپنے نمازی کے حواسِ خمسہ ظاہری اور حواسِ خمسہ باطنی کو صحت مند رکھتی ہے۔ یہیں تک ہی بات نہیں بلکہ نماز کی پابندی اور نوافل کی کثرت سے مومن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور اللہ کی آنکھ سے دیکھتا ہے اس کی زبان سے اللہ کلام کرتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں: گفتہ او گفتہ اللہ بود، گر چہ از حلقوم عبداللہ بود (حدیث پاک ینظر بنور اللّٰہ)

پنجگانہ نماز کی رکعتوں میں خاص راز ہے فجر کی چار رکعات کی برکت سے آدمی کے چار عناصر (آگ، پانی، مٹی اور ہوا) میں اعتدال رہتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کسی موذی مرض میں مبتلا نہیں ہوتے تھے۔ ایسے ہی ظہر کی 12 رکعتیں، آسمانی 12 برجوں کے ضرر رساں اثرات سے سال کے بارہ ماہ میں حفاظت کا سبب بنتیں ہیں۔ (علیٰ ھٰذا القیاس)

یہ سب بجا ہے لیکن صاحب جامع الاصول فرماتے ہیں کہ حدیث شریف اُعبد اللّٰہ کانّك تراه فان لم تکن تراه فانه یراك و احسب نفسك مع المولٰی کا مصداق بنا شیخ کامل کی تربیت کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شیخ کامل کی تربیت ضروری ہے جو تجلیاتِ انوارِ الٰہیہ کا مالک ہو تب جا کر نماز کا مقصود حاصل ہوتا ہے۔

سے روزے، سے نفل نمازاں، سے سجدے کر کر تھکے ھو
سبھے مطلب حاصل ہوندے باھو جد پیر نظر اک تکے ہو

شیخ کامل کی تربیت کے بغیر نماز ایسے ہی ہے جیسے علامہ اقبال نے فرمایا

ترا امام بے حضور تیری نماز بے سرور — ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گذر

ایسے نمازی جو کسی صاحب بصیرت شیخ کامل سے تربیت حاصل کئے بغیر نمازیں بھی پڑھتے ہیں دنیا جہاں کی بے راہروی کے مرتکب بھی ہوتے ہیں سود خوری، ناپ تول میں کمی، اپنوں سے لاتعلقی، مخلوق خدا سے بے مروتی، غیر مسلموں سے میل جول، معاملات کو بذمہ سرکار خود کو ریاست سے بری ءالذمہ، اپنے نوکر چاکروں کو نیچ سمجھنا وغیرہ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کو کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے، باطل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور نماز کی افادیت پر شدید ضرب لگاتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی اور عبدالعزیز محدثؒ دہلوی نے ایسے نمازیوں کے

بارے میں یہی کچھ فرمایا ہے۔ایسے بدکردار نمازی لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مہیا کرتے ہیں کہ نماز گناہوں سے نہیں بچاتی۔نعوذ باللہ من ذلک۔

اللہ تعالیٰ کا قانون اٹل ہے کہ نماز بُرے کاموں سے بچاتی ہے:اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری بات سے)

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام　　میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

روزہ، حج، زکوٰۃ نماز وغیرہ یہ سب کام مقصود بذاتہ نہیں، اصل مقصد دلوں میں فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کرنا، باہم مل جل کر ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا جس میں اپنے آقا و مولا محمد رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کا نمونہ بن کر زندگیاں بسر کریں کہ دنیا پوری میں اس کا چرچا ہو جائے اور انسان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، محنت و مشقت، تجارت ایک دوسرے کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اور جانوروں کے حقوق تک اللہ کے حکم کے مطابق ہو جائیں۔انسان اپنے ہر عمل میں نماز کی حالت کو قائم رکھے۔ایک ایسا سچا اور سُچا معاشرہ قائم ہو جائے کہ اغیار بھی دیکھ کر سبحان اللہ کہہ اُٹھیں۔جب انسان اکیلا نماز ادا کرتا ہے معاشرہ کو پیغام دیتا ہے اور جب باجماعت نماز ادا کرتا ہے تو حکومت کو پیغام دیتا ہے کہ جس طرح نمازی کا ہاتھ پاؤں آنکھ زبان یا کوئی عضو دستور نماز کے خلاف اٹھے تو نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح اگر حکومت اپنا ہاتھ دستور اسلامی کے خلاف اُٹھائے گی تو باطل متصور ہوگی۔نماز مسلمان کو مقصد حیات کا عملی درس دیتی ہے۔

نماز میں بندہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے تو دل میں ٹھنڈک اور اطمینان سا محسوس کرتا ہے۔جہاں نماز میں بندہ اپنے جسم و جان کی پاکیزگی کو شرطِ اوّل جان کر اللہ کی بندگی کا اقرار کرتا ہے ہاتھ پاؤں جملہ اعضاء جسمانی کو تابع فرمان الٰہی رہنے کا سبق سکھاتا ہے وہاں اتحاد بین المسلمین کا درس بھی لیتا ہے۔نماز ایک ایسی واحد عبادت ہے جو سب سے اچھے پرہیزگار بندے کو قیادت (امامت) کے لیے منتخب کرنے کا عملی نمونہ پیش کر کے پیغام دیتی ہے کہ سربراہ مملکت کے انتخاب کے وقت بھی یہی سوچ رکھنی چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور رؤف و رحیم ﷺ کے صدقے بامقصد پانچ وقت نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سیّد المرسلین ﷺ وازواجہ وآلہ واصحابہ واُمتہ اجمعین۔

UNO سے ناطہ توڑ کر OIC کو مستعد کرو

ابوفیصل محمد منظور انور

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

انجمن اقوامِ متحدہ (UNO) نے اپنے قیام سے لے کر آج تک مسلمانوں کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کیا؟ اور کیا انصاف دیا؟۔ ساری اسلام دشمن طاقتیں اس نام نہاد ادارے کی چھتری تلے مختلف سازشوں کے ذریعے دین اسلام کو مٹانے کے ایجنڈے پر گامزن ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ گزشتہ سات عشروں میں لاکھوں مسلمان مرد عورتیں بچے قتل کر دیے گئے اور لاکھوں کو جبری طور پر اپنے گھروں سے نکال دیا گیا جو آج دردر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں مگر مسلم حکمرانوں کی اکثریت انصاف کی امیدیں لیے آج بھی مغربی ممالک کی اس باندی (رکھیل) کے ساتھ ہاں میں ہاں ملائے دم سادھے سر جھکائے کھڑی ہے جیسے ان میں سانس لینے کی بھی سکت نہیں ہے۔ zionist ایجنڈے کی تکمیل بھی اسی ادارے کی اشیر باد سے ہورہی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور LGBT ایسے عالمی اداروں نے سازش کے تحت مسلم ممالک میں بھی بے حیائی عام کرنے اور پھیلانے کے لئے عورت کی آزادی کے نام پر اپنا غلیظ ایجنڈا نافذ کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تاکہ مسلم خواتین میں شرم وحیا کو ختم کیا جاسکے۔ عالمی یومِ خواتین کے نام پر 8 مارچ کو پاکستان میں مغربی این جی اوز کی فنڈنگ سے جو عورت مارچ ہوا اس سے مسلمانوں کے سر شرم سے جھک

گئے۔ ایک عورت، جسے خاتون کہنا خواتین کے لفظ کی توہین ہے، نے برہنہ ہو کر اسلام آباد کی سڑکوں پر جو بے ہودگی، بے حیائی اور کمینگی کا مظاہرہ کیا ہے اُس کی یہ حرکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ریاست مدینہ بنانے کی دعویدار حکومت کی خاتونِ اوّل (جو مکمل شرعی پردہ کرتی ہیں) کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے۔ نہ جانے اس کے خلاف ہماری حکومت اور آزاد عدلیہ کو سخت کارروائی کرنے سے کس نے روک رکھا ہے؟ اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ عریانی اور فحاشی کا مظاہرہ کرنے والی فاحشہ عورت کو کس کی اشیر باد حاصل ہے یہ ہماری بہو بیٹیوں کو کیا پیغام دے رہی تھی۔ حکمران خدا کے لئے اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے ملک پر رحم کریں اور بے حیائی پھیلانے والے عناصر کو نشان عبرت بنائیں۔ بقول مفکر پاکستان علامہ اقبال

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے، جائے تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی

انجمن اقوامِ متحدہ کے قیام کو 75 برس ہو چکے ہیں مگر اس سے وابستہ عالم اسلام کو اس سے کیا ملا؟ یہ وہ سوال ہے جو برسوں سے دیکھنے سننے کو مل رہا ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں کی وجہ سے دنیائے اسلام پر عرصۂ حیات تنگ ہو چکا ہے مگر آفرین ہے عالمی امن کے ٹھیکیدار اس ادارے کے نام نہاد کرداروں پر کہ وہ کسی ایک بھی مسلم ملک کے مظلوم و بے کس افراد کو ظالموں سے بچانے کے لئے ٹس سے مس تک نہ ہوئے بلکہ خونِ مسلم بہانے میں اپنا اپنا گھناؤنا کردار بڑی دیدہ دلیری اور ڈھٹائی کے ساتھ ادا کرتے نظر آتے ہیں۔

جنگ عظیم اوّل (1914ء-1917ء) کے بعد 28 جون 1919ء میں لیگ آف نیشنز کی بنیاد بظاہر اس لئے رکھی گئی تھی تاکہ انسانیت مزید کسی بڑی ہولناک جنگ سے محفوظ رہ سکے مگر اصل مقاصد بڑی طاقتوں کی اجارہ داری قائم کرنا تھا لہٰذا یہ ناکام ہو گئی۔ دوسری عالمگیر جنگ ہوئی اور دنیا میں وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی تو اس کے بعد فروری 1945ء کو سان فرانسسکو میں انجمن اقوام متحدہ (UNO) کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد بھی بظاہر دنیا میں قیام امن کی ضمانت فراہم کرنا مگر در پردہ بڑی طاقتوں کے توسیع پسندانہ عزائم اور ان کی اجارہ داری قائم کرنا ہے۔ اسی لیے اس کی تشکیل کے ساتھ ہی پانچ بڑی طاقتوں کو ویٹو پاور کا اختیار دے کر ناانصافی کا آغاز کر دیا گیا۔ یہ دنیا کے غریب اور مفلوک الحال عوام اور ممالک کے وسائل پر قبضے جمانے کی

ابتدا تھی۔ استعماری طاقتیں اور ان کے حواری UNO میں بیٹھ کر دنیا کے وسائل پر قبضہ جمانے کی سازشیں اور اپنے اپنے مفادات کی نگرانی کرنے لگے۔ بڑی طاقتوں کو 'ویٹو پاور' کا اختیار عدمِ مساوات کے اصول پر مبنی اور ان کی بدنیتی کا بین ثبوت ہے۔ مستقل ارکان اپنے اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر قراردادیں منظور کرتے ہیں۔ اس اختیار کے باعث انصاف کے حصول کے تمام تر راستے بند ہیں۔ یواین او کے منشور کے مطابق سلامتی کونسل میں کسی بھی قرارداد کی منظوری کے لئے ضروری ہے کہ 15 میں سے 9 ارکان کی حمایت حاصل ہوتاہم کسی ایک ویٹو پاور ہولڈر کی مخالفت پر یہ قرارداد پیش ہی نہیں کی جاسکتی۔ جس ادارے کا منشور ہی طاقتور اور کمزور کے لئے الگ الگ قوانین ہوں ایسے ادارے سے انصاف کی توقع عبث ہے۔ (نام نہاد سلامتی کونسل کے پانچ مستقل رکن اور دس غیر مستقل رکن ہیں۔ غیر مستقل ارکان دو سال کے لئے منتخب کیے جاتے ہیں مستقل ارکان میں سے کوئی ایک اپنے حاصل شدہ ویٹو پاور کی بنیاد پر کسی بھی اہم مسئلے کے حل کے لئے آنے والی قرارداد کو مسترد کر سکتا ہے، چاہے دوسرے چار مستقل ارکان اور دس غیر مستقل ارکان اس کے حق میں ہی کیوں نہ ہوں) UNO ان پانچ طاقتوں کی کٹھ پتلی ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا میں ظلم و بربریت کا دور دورہ ہے انسانیت سسک سسک کر مر رہی ہے لیکن عالمی ضمیر خاموش تماشائی بنا ہوا ہے۔ ویٹو پاور کے اختیار کا مطلب پوری دنیا کے مظلوم عوام کو گویا کہ پانچ قصابوں کی چھری تلے رکھنا ہے یہ آزاد و خود مختار اربوں افراد کی توہین اور انسانیت کی تذلیل کے مترادف ہے۔ اگر اس نام نہاد سلامتی کونسل کو ختم کر کے ویٹو پاور کا اختیار سرے سے ختم کر دیا جائے تو بڑی طاقتوں کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی اگر سارے فیصلے جنرل اسمبلی میں اتفاق رائے سے کیے جائیں تو دنیا میں دیرپا قیام امن کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔ عالمی تنازعات کے حل کرنے میں یواین او ایسی عالمی تنظیم بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ اس سے دنیا اور خاص طور پر اُمت مسلمہ کو کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے۔ آہستہ آہستہ دنیا میں امن وامان قائم کرنے کی اصل غرض وغایت ختم ہو کر رہ گئی ہے اور بڑی طاقتیں نے اپنی اجارہ داری قائم کر کے UNO کے تحت من مرضی کے فیصلے صادر کرتی ہیں جس کی وجہ سے دنیا کا امن وامان تہ و بالا ہو چکا ہے۔ اس ادارے کے نام پر بڑی بے دردی کے ساتھ کمزور ممالک کے لاکھوں بے گناہ افراد قتل کئے جا رہے ہیں اور ان کے وسائل

کی بندر بانٹ کی جارہی ہے احتجاج کرنے والے ممالک کے خلاف عالمی قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کا بہانہ تراش کرانھیں نشانِ عبرت بنایا جارہا ہے مگر بڑی طاقتوں کی گود میں بیٹھے ان کے بغل بچے ہمیشہ سے محفوظ چلے آرہے ہیں۔ مسئلہ کشمیر اور فلسطین چونکہ برطانیہ اور امریکہ ہی کا پیدا کردہ ہے لہٰذا یہ طاقتیں اپنے حاشیہ نشین بھارت اور اسرائیل کی خوشنودی کی خاطر بے گناہ مسلمانوں کی قاتل حکومتوں کی دلداریاں کرنے اور اسلحہ کی فراہمی میں مصروف ہیں۔ یہ عالمی سطح پر بڑی طاقتوں کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کی واضح مثال ہے جو عالمی امن کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔

مسلم ممالک کی تنظیم او آئی سی (OIC) کے 56 مسلم ممالک میں سے کوئی ایک بھی یو این او کا مستقل رکن نہیں اور ابھی تک اس بارے کوئی متفقہ لائحۂ عمل بھی نظر نہیں آیا، نہ ہی مسلم بلاک اس ادارے میں اپنا الگ تشخص ہی منوا سکا ہے۔ کئی مسلم ممالک پر جنگیں مسلط کی گئیں مشرق وسطیٰ میں فلسطین، عراق، شام، لیبیا، یمن جبکہ افغانستان، روہنگیا اور اکثر افریقی ممالک میں خانہ جنگی کے باعث ہزاروں افراد ہلاک کر دیے گئے اور لاکھوں اپنے گھربار چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے۔ اس کے باوجود یو این او کے پلیٹ فارم سے ان ممالک کے حق میں کوئی مؤثر آواز سننے اور دیکھنے میں نہیں آرہی۔ کئی سال پہلے مسلم دنیا کی طرف سے مسلم بلاک کے لئے مستقل رکن بنانے کی کوشش کی گئی تھی مگر وقت کے ساتھ یہ بات ہی دب کر رہ گئی۔ مسلم ممالک کو UNO خیر باد کہہ کر اپنی او آئی سی کو فعال کر کے اپنے فیصلے خود کرنے کے لئے کوششیں کرنا ہوں گی۔ اس UNO کے پلیٹ فارم سے تباہی و بربادی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اس کے اب تک کے فیصلوں سے تو لگتا ہے کہ یہ ادارہ صرف مسلم دنیا کو ختم کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس لئے مسلم دنیا کو مزید وقت ضائع کیے بغیر فوری اقدامات کرنا ہوں گے اگر دیر ہوگئی تو مسلمانوں کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا اور آئندہ کئی نسلیں استعماری طاقتوں کے زیر اثر غلاموں ایسی زندگیاں گزارنے پر مجبور ہوں گی۔ اس ادارے کے ساتھ ہی منسلک ایک اور عالمی ادارہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک، جو کہ دنیا کے غریب ممالک کی مفلسی دور کرنے کے لئے کم مدتی اور طویل المیعاد قرضے فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں، نے انتہائی حد تک کڑی شرائط اور بھاری شرح سود کے ساتھ ان غریب اور پسماندہ ممالک (جن میں میکسیکو، ارجنٹائین، پاکستان، بنگلہ دیش، چلی، پیرو، سلواڈور، کوسٹاریکا، سری الیون اور گنی بساؤ

شامل ہیں) کو قرضے فراہم کیے وہ ابھی تک نشانِ عبرت بنے ہوئے ہیں جبکہ دیگر اکثر ممالک نے ان سے قرضہ لینے سے توبہ کرلی ہے۔ مقروض ممالک اپنے سالانہ بجٹ کا آدھے سے زیادہ حصہ ان اداروں کے قدموں میں ڈالتے ہیں جبکہ اصل قرض جوں کا توں رہتا ہے یہ مالیاتی ادارے ان سودخوروں کی رقوم سے چلتے ہیں جو سود کی رقوم بطور منافع لیتے ہیں دراصل یہ عالمی ساہوکار تیسری دنیا کے غریب ممالک کو بلیک میل کر کے اپنی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے کاروبار پھیلاتے ہیں جس سے ان ممالک کی مقامی صنعتیں تباہ ہو جاتی ہیں اور مقروض ممالک قرضوں کے مزید بوجھ تلے دبے جارہے ہیں۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان جناب سراج الحق نے کراچی میں اتحادِ اُمت رسول ﷺ مارچ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اقوام متحدہ 'کفن چوروں کا ٹولہ' ہے کہ اقوام متحدہ سے بہت امیدیں وابستہ ہیں مگر یہاں لوگ جمع ہوتے ہیں باتیں کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ان کے یہ الفاظ بالکل صحیح ثابت ہوئے۔ UNO بارے عالمی رہنماؤں کے چشم کشا ریمارکس کے بعد اس ادارے سے وابستہ رہنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ ایک اندازے کے مطابق سال 2020ء تک مسلم دنیا کی آبادی 1.9 ارب تک جا پہنچے گی مسلمانوں کے حقوق انسانی اس ادارے کے تحت بری طرح پامال ہو رہے ہیں۔

اب وقت آگیا ہے کہ مسلم ممالک اپنی الگ عالمی تنظیم بنائیں مسلمانوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم، مشترکہ معاشی منڈی اور مشترکہ فوج بنانے کی ضرورت ہے مشرقی تیمور اور سوڈان میں تو فوری ایکشن لیا جاتا ہے مگر فلسطین، کشمیر، افغانستان، شام، لیبیا، عراق، روہنگیا، یمن، سمیت کئی دیگر مسلم ممالک میں جاری خانہ جنگی پر بڑی طاقتوں امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس، بھارت اور اسرائیل کی سازشوں کے باعث مجرمانہ خاموشی رہتی ہے، کشمیر، فلسطین، افغانستان، حلب، برما، اور دیگر مسلم ممالک کے مظلوم مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اندھی بہری اور گونگی ہو چکی ہے۔ امت مسلمہ کے تنازعات حل نہ کرنا ان پر ہونے والے ظلم و بربریت پر خاموشی اور چشم پوشی تو شاید ان اسلام دشمن طاقتوں کے منشور میں شامل ہے لہٰذا اس ادارے سے منسلک رہنا لاحاصل عمل ہے جو وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ UNO کی جانب دارانہ پالیسیوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں کے باعث ترکی کے صدر جناب طیب اردگان یہ تجویز

دے چکے ہیں کہ اب مسلم ممالک کو یو این او کو خیر باد کہہ دینا چاہئے اور اپنے باہمی تنازعات اور مسائل کے حل کے لیے اپنی ایک الگ تنظیم بنا لینی چاہیے کیونکہ اس ادارے سے مسلم ممالک کو انصاف ملنے کی توقع عبث ہے۔ بدقسمتی سے عالم اسلام کے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان اپنے بے شمار معاشی وسائل کے باوجود اسلام دشمن امریکہ اور مغربی طاقتوں کے نرغے میں ہیں جو نا صرف ان کے وسائل کو بلکہ ان کے نظریاتی تشخص دین اسلام کو مٹانے کے درپئے ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ اُمت مسلمہ اپنی حقیقی قیادت نا ہونے اور مغربی ممالک کے ایجنٹ حکمرانوں کی وجہ سے اس اسلام دشمن ادارے کے رحم وکرم پر ہے۔ اس وقت بھارت نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر کے اس خطے پر جبری غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے اور پچھلے سات ماہ سے کشمیر کا محاصرہ کر رکھا ہے کرفیو نافذ ہے اور دنیا سے روابط منقطع ہیں نہتے عوام پر ظلم و بربریت کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں۔ کشمیریوں کی نسل کشی ہو رہی ہے۔ بھارت میں مسلمانوں کے خلاف امتیازی قانون بنا کر انھیں جبری طور پر بھارت سے بے دخل کرنے کا آغاز ہو چکا ہے پورے ملک میں اس کے خلاف ہنگامے پھوٹ پڑے ہیں صرف دہلی میں سینکڑوں مسلمان شہید کیے جا چکے ہیں۔ سوشل میڈیا پر مظلوم مسلمانوں کی آہ و بکا سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بت پرست بھارتی وزیر اعظم مسٹر نریندر مودی کو تو شاید آخری مسلمان بچے کی شہادت کا انتظار ہے تاکہ وہ ہندوتوا کے اقتدار کا خواب پورا کر سکے۔ یو این او کے ادارے سلامتی کونسل، انسانی حقوق کونسل اور قیام امن کے لئے کوشاں دیگر اکثر عالمی تنظیمیں بیان بازی اور زبانی جمع خرچ کرنے کے علاوہ عملی طور پر کچھ بھی نہیں کر رہی ہیں۔ بھارت میں اندرون ملک مسلمانوں کے خلاف امتیازی قوانین اور مسئلہ کشمیر کشمیری مسلمانوں کی مرضی کے مطابق پرامن طریقے سے حل نہ ہوا تو ایشیا کی دو ایٹمی طاقتوں کے درمیان ٹکراؤ کا خطرہ ہے جس سے دنیا کا امن وامان تباہی سے دوچار ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ وقت ہے کہ امت مسلمہ کی قیادت سر جوڑ کر بیٹھے اور اس نام نہاد ادارے سے ناطہ توڑ کر اپنے فیصلے خود کرنے کے لئے اپنی تنظیم بنائے اور اسے فعال کرے اسی میں ہی مسلمانوں کی بھلائی اور ترقی کا راز مضمر ہے۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں نفس سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

استقبالِ رمضان المبارک

حافظ عطاء الرحمن

اُمت مسلمہ میں ہمیشہ سے ہی یہ سلسلہ چلا آتا ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے کی آمد پر مسلمان اس کا استقبال (welcome) کرتے ہیں، اس کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور اس کی آمد کی خوشی پر اظہارِ مسرت اور اس کی خوشخبری دیتے ہیں اور اس کے لیے تیاری کرتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا مہینہ پانے کی دُعا کیا کرتے تھے اور جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ یوں کہتے: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔ اس سنت کی اِتباع میں عموماً اہل اسلام بھی رمضان کی آمد پر اس طرح دعائیں مانگتے ہیں: اے اللہ! رمضان کا مہینہ آ رہا ہے اس کو ہمارے لیے سلامتی والا بنا دے اور ہمیں اس میں سلامتی عطا فرما اور ہمیں اس کے روزے رکھنے اور اس میں قیام کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اس میں مستعد رہنے اور خوب جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس ماہِ مبارک میں خاص طور پر تمام پریشان کن حالات سے ہماری حفاظت فرما، وغیرہ وغیرہ۔

ماہِ رمضان کے لیے استقبال کا یہ اہتمام اس لیے ہوتا ہے کہ مسلمان جانتے ہیں کہ رمضان المبارک بڑی شان والا مہینہ ہے اور اس کی بہت ساری فضیلتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس مہینے میں اپنے بندوں پر خاص فضل فرماتا ہے، رحمتیں نازل کرتا ہے، بخشش کرتا ہے، رزق میں وسعت دیتا ہے، دعائیں قبول فرماتا ہے اور لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کرتا ہے۔ اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو

قید کر دیا جاتا ہے۔ یہ مہینہ اُمت مسلمہ کے لیے عبادات اور خیر کے کاموں کا موسم بہار (یا کمائی کے سیزن کی طرح) ہے۔ کسی مسلمان کے لیے اس مہینے سے افضل کوئی مہینہ نہیں ہے اور اس مہینے میں کیے ہوئے عمل سے بڑھ کوئی عمل نہیں کہ اس میں نیک کاموں کا اجر وثواب کئی گنا زیادہ کر دیا جاتا ہے اور روزوں کے ساتھ رات کو تراویح کا قیام بھی میسر ہو جاتا ہے جس میں قرآن مجید کی تلاوت اور ایمانی مجالس میں شرکت سے ایمان کی تازگی، عمل کا جذبہ اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور گویا سال بھر کے سفر کا زادِراہ مہیا ہو جاتا ہے۔ فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (بہترین زادِراہ تو تقویٰ ہے)۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَا أَتٰى عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ شَهْرٌ خَيْرٌ لَّهُمْ مِنْ رَمَضَانَ، وَلَا أَتٰى عَلَى الْمُنَافِقِينَ شَهْرٌ شَرٌّ لَهُمْ مِنْ رَمَضَانَ (مسند احمد، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) ''مسلمانوں کے لیے رمضان سے بہتر کوئی مہینہ نہیں اور منافقوں کے لیے رمضان سے برا کوئی مہینہ نہیں''۔ دینی حمیت اور ایمانی جذبہ رکھنے والے مسلمان اس مہینے کے قریب آتے ہی اس کے لیے تیاری شروع کر دیتے ہیں (مثلاً روزوں کے لیے سحری اور افطاری کا ضروری انتظام، نماز، تراویح، تلاوتِ قرآن مجید اور اعتکاف وغیرہ بھلائی کے کاموں کے لیے وقت فارغ کرنے کا منصوبہ بنانا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے دین اسلام کے اشاعت وغلبہ کے لیے اور ضرورت مند رشتہ داروں، معاشرے کے غرباء ومساکین کے لیے خرچ کرنا وغیرہ) اور رمضان کے شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمت کر کے نماز وروزہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قیام اللیل (تراویح)، تلاوتِ قرآن، ذکر وتسبیح، صدقات اور دین اسلام کے غلبہ کے لیے دعوت اِلی اللہ وجہاد فی سبیل اللہ کا اہتمام کرتے ہیں اور ماہِ رمضان کے بعد ان اعمال کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان کی قبولیت کی دُعا کرتے ہیں۔

زندگی میں ایک بار پھر رمضان کا برکت، رحمت اور مغفرت والا مہینہ قریب آ گیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ ہمیں یہ مہینہ نصیب فرمادے اور پختہ عزم کرنا چاہیے کہ تمام فرائض وواجبات کے ادائیگی کے ساتھ خاص طور پر اس مہینے کی مخصوص عبادتیں یعنی دن کا روزہ اور رات کی تراویح، پابندی کے ساتھ ادا کریں گے۔ واللّٰهُ الْمُوَفِّق وَالْمُسْتَعَان

تبصرہ و تعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب کی متفرق کتب پر تبصرہ

محترم جناب ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب ملک کے تعلیمی، تربیتی، اصلاحی، سیاسی، سماجی، نظریاتی اور دیگر کئی شعبوں میں اپنی بڑی خدمات اور مختلف موضوعات پر 125 سے زائد کتابوں کی تصنیف کی وجہ سے ملک کی ایک جانی پہچانی اور مایہ ناز شخصیت ہیں۔ ان کی کچھ کتابوں پر تبصرہ پہلے بھی حکمت بالغہ کے صفحات پر شائع ہوا ہے۔ اس شمارہ میں ادارے کو موصول ہونے والی ان کی چند کتابوں کا تبصرہ شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ قابل قدر تصانیف دینی و تعلیمی کتب خانوں کی ضرورت و زینت ہیں۔ (رابطہ برائے حصولِ کتب: پاکستان ادب اکادمی، 319-Y، علامہ اقبال کالونی، سرگودھا، 048-3711717)

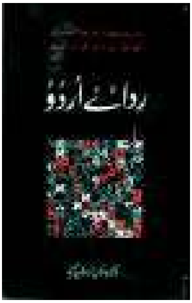

1 رِدائے اُردو

زیر تبصرہ کتاب میں صاحب تصنیف نے اُردو زبان کی مختصر تاریخ اور تعلیمی، علمی ادبی، سماجی، اصلاحی تحریک کی کامیابی کے لیے اردو زبان کا کردار اور تحریک و تشکیل پاکستان میں اردو زبان کی حیثیت کا ذکر کیا ہے اور پیش لفظ میں یہ بھی لکھا ہے کہ بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نوزائیدہ مملکت کی قومی زبان اردو بنانے کے خواہش مند تھے۔ طویل خاموش جدوجہد کے بعد اُمید کی ایک کرن نمودار ہوئی جب سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس جواد ایس خواجہ

نے 8 ستمبر 2015ء کو ایک تاریخی فیصلہ پڑھ کر سنایا کہ اُردو زبان کو فی الفور سرکاری اور دفتری زبان کے طور پر رائج کیا جائے، قوانین کا اردو ترجمہ منظر عام پر آئے، سرکاری تقریبات میں تقاریر اردو میں ہوں نیز دفتری کارروائیاں اردو میں لکھی جائیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب اسی جدوجہد کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے اور اردو کے رموز واوقاف، تشبیہ، استعارہ، تلمیح اور دیگر صنعتوں سے آگہی فراہم کرتی ہے۔ اس کی مدد سے اہل علم کسی بھی شاعر کا فکری وفنی جائزہ بھی آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ (صفحات: 256، قیمت: 480روپے)

2 فکر اقبال میں انسانی مسائل کا حل

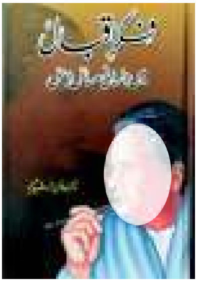

زیرِ تبصرہ کتاب 11 اہم مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں صاحب تصنیف نے علامہ اقبال کے فرمودات کی روشنی میں سعی وجہد کا درس دیا ہے، جس میں امن، سلامتی، عظمت انسانی اور عصر حاضر میں انسانیت کو درپیش مسائل کا حل موجود ہے۔ یہ کتاب ایسے منفرد موضوعات پر مشتمل ہے، جو اقبال شناسی میں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان مضامین کا محور و مرکز انسان اور تکمیل انسانیت ہے اور یہ قرآن پاک کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ ذخیرۂ اقبالیات میں ایک حسین اضافہ ہے۔ (صفحات: 240، قیمت: 600روپے)

3 محافظِ اقبال ڈاکٹر ایوب صابر

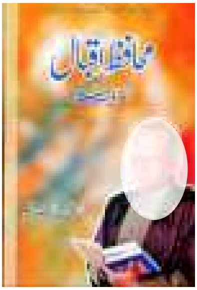

زیرِ تبصرہ تصنیف دراصل ڈاکٹر ایوب صابر صاحب اور ان کی ۲۰ سالہ محنت کا حاصل، ان کی کتاب بعنوان ''اقبال کی شخصیت اور فکروفن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' کا تعارف ہے۔ ان کی یہ کتاب 3 جلدوں اور 2034 صفحات پر محیط ہے جس میں انھوں نے علامہ اقبال اور ان کی فکر پر کیے جانے والے اعتراضات کا جائزہ لے کر نہایت شائستگی کے ساتھ دلائل سے بھرپور جوابات دیے ہیں اور یہ کتاب اقبال اکادمی پاکستان نے 2018ء میں شائع کی۔ انھوں نے ایم فل اقبالیات کی تکمیل ڈاکٹر ریاض احمد کی زیرنگرانی اور 2002ء میں ''اقبال کی

شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری زیرِ نگرانی پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی حاصل کی، جس پر انہیں ادبی و سرکاری حلقوں میں بے پناہ شہرت و مقبولیت نصیب ہوئی اور ان کے اس ادبی کارنامے کو سراہتے ہوئے صدرِ پاکستان ڈاکٹر عارف علوی صاحب نے 14/اگست 2019ء کو ان کے لیے ''ستارۂ امتیاز'' کا اعلان کیا۔ علامہ اقبال کے فکر و فن کے بارے میں معاندانہ تحریریں بیسویں صدی کے آغاز سے ہی منظرِ عام پر آنا شروع ہوگئی تھیں اور ڈاکٹر ایوب صابر حقیقی طور پر محافظِ اقبال ثابت ہو چکے ہیں۔ اقبالیات ہمیشہ ان کی مرہونِ منّت رہیں گی۔ ناقدینِ اقبال کے لیے ایک تیر بہدف نسخہ اور مداحینِ اقبال کے لیے نادر تحفہ اور ذخائرِ اقبالیات میں حسین اضافہ ہے۔ (صفحات: 224۔ قیمت: 700 روپے)

4 تحریمِ اقبال

زیرِ تبصرہ کتاب ممتاز اقبال شناسوں کی کتابوں اور ان کی بکھری تحریروں کو یکجا کرنے، ان پر تجزیوں، تبصروں کے ساتھ ساتھ ان کی تحقیقی کاوشوں کی نئے انداز سے تدوینی سلسلہ کی ایک تازہ کڑی ہے جسے بالفاظِ دیگر آئینہ معلوماتِ اقبالیات یا اس کی DESCRIPTIVIE BIBLOGRAPHY بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کی فہرست میں چند اہم عناوین یہ ہیں: ''تحریم اقبال'' تک اقبالیاتی کتب مینار!، اقبال کے گوہر شہوار، خورشیدِ اقبال، بہارِ اقبال، ذخیرہ اقبال، چند ہم عصر اقبال شناس، عہدِ رفتہ کے ممتاز اقبال شناس، شانِ اقبال، حیاتِ اقبال عہد بہ عہد، علامہ اقبال تقریریں، تحریریں اور بیانات، اقبال کے مکالمات اور اقوالِ زریں، اقبال کے ہم نشین، اقبال کامل، آئینہ خانہ اقبال، اقبال اور قائداعظم، علامہ اقبال......قریب سے، جدید تحریکات اور اقبال، اقبال کا تصور حقیقت مطلق، مباحث خطبات اقبال، مطالعہ اقبال، HUMMANITY BEYOND CREED، علامہ اقبال یہودیت اور جمہوریت، IQBAL AND JEWISH DEMOCRACY۔ اقبال کا ایوان دل، ڈاکٹر محمد وسیم انجم کی اقبال شناسی، اقبال، اہل بیتؓ کے حضور، ڈاکٹر ایوب صابر اور ان کی تصنیف اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات ایک مطالعہ، پروفیسر رشید انگوی اور ان کی تصانیف، عنایت علی چودھری اور ان کی تصنیف۔ کتاب کتب

خانہ ہائے اقبالیات کے لیے ناگزیر ہے۔(صفحات:264، قیمت:700روپے)

5 معراجِ اقبال

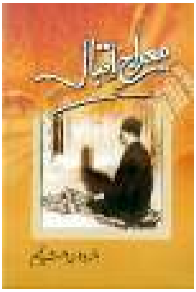

زیرتبصرہ کتاب میں ڈاکٹر علامہ اقبال کا وہ ذہنی وفکری ارتقاء ہے، جس میں حیاتِ اقبال اور اقبال کے تخلیقی سفر کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ جس کے چند اہم عنوانات یہ ہیں: اقبال کی ابتدائی تربیت، شادی، شاعری اور شعور، انجمن حمایت اسلام اور اقبال، اقبال کا سفر یورپ، پی ایچ ڈی کی تکمیل، اقبال لندن میں، ......لندن سے واپسی، پہلی عالمی جنگ اور سانحہ کانپور، 'اسرار ورموز' اور 'پیام مشرق' کی اشاعت، ''سر'' کا خطاب اور مجلس قانون ساز، اقبال مدراس میں، خطبات کی اشاعت، خطبہ الٰہ آباد، دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت، مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت، برگساں سے ملاقات، دورۂ اسپین، مسجدِ قرطبہ، دورۂ کابل، قادیانیت کے خلاف، پانی پت روانگی، حیاتِ اقبال، آخری مصروفیت، اقبال کا سفرِ آخرت، اقبال کی نمازِ جنازہ، اقبال کے مزار کی تعمیر، مکتوباتِ اقبال اور اقبال کے معروف اشعار کا انگریزی ترجمہ و تشریح وغیرہ۔ زیرتبصرہ کتاب علامہ اقبال کی شخصیت، ان کی ادبی قدرومنزلت کی معراج شناسی ہے۔ (صفحات:192۔ قیمت:600)

6 اقبال شناس خواتین

زیرتبصرہ کتاب فکر وفروغِ اقبال میں خواتین کے کردار پر محققانہ تصنیف ہے، جس میں صاحبِ تصنیف خواتین کے ساتھ ساتھ ان دانشور خواتین کا تذکرہ بھی شامل ہے جس کی باضابطہ کتب تو شائع نہ ہو پائیں لیکن وہ پیغامِ اقبال کی ترویج واشاعت میں بھرپور طور پر کوشاں رہیں۔ اقبال شناس خواتین کے بارے میں تفصیلی معلومات کا حصول گو جوئے شیر لانے کے مترادف ہے لیکن بقول مصنف قافلہ اقبال شناساں میں شامل مشاہیر کی معاونت سے 47اقبال شناس خواتین کے تذکرہ پر مشتمل یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچ پائی۔ فکر اقبال کے حوالہ سے یہ منفرد تصنیف اقبالیات

سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ (قیمت: 1000 روپے، صفحات: 352)

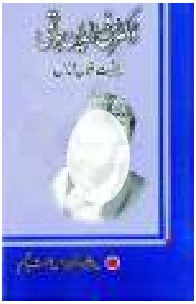

7 ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بحیثیت اقبال شناس

زیرتبصرہ کتاب اقبالیاتی ادب کا شاہکار اور دانش جویانِ اقبال کا ایک رفیع مینار ہے۔ تحقیق کے میدان میں صاحب تصنیف کے مایہ ناز استاد جناب پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب کا شمار ان کثیر التصانیف مشاہیر میں ہوتا ہے جن کی زیست ذخائر اقبالیات کی سیّاحی میں بیت گئی۔ یہاں تک کہ اقبال شناسی ان کی ریت بن گئی۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے 1966 میں اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے اردو کا امتحان فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن میں پاس کیا۔ 1969 میں محکمہ تعلیم پنجاب سے وابستہ ہوئے اور مختلف کالجوں میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا اور اورینٹل کالج لاہور میں تعینات ہوئے۔ صدر شعبہ اردو رہے اور پھر وہیں سے بطور پروفیسر اقبالیات سبکدوش ہوئے۔ تحقیقی مقالہ ’تصانیف اقبال کا تحقیقی اور توضیحی مطالعہ‘ پر 1981ء میں جامعہ پنجاب کی طرف سے انہیں پی ایچ ڈی کی سند عطا ہوئی۔ آپ نے 2002 میں شعبہ اردو اورینٹل کالج سے تحقیقی مجلّہ ’بازیافت‘ جاری کیا۔ کئی ادبی، علمی و تحقیقی رسائل کے مدیر و معاون مدیر بھی رہے۔ اقبالیات اور اردو زبان وادب پر وہ بابائے اردو ایوارڈ اور قومی صدارتی اقبال ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ زیرتبصرہ کتاب میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے بارے میں مصنف کا یہ خراج تحسین قابل ذکر ہے: ’’پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی کشتی ادب میں جو بھی سوار ہوا وہ لہروں کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرتے ہوئے منزل مراد تک پہنچ گیا۔ ان کی رہنمائی میں مجھ ایسے سیکڑوں احباب نے اکتسابِ فیض کر کے کامیابی کی منازل طے کیں۔‘‘ (ص، 218)
ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب اقبال شناسی میں نو آموز محققین کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ مصنف کی یہ 105 ویں تصنیف اقبالیات پر تحقیق کرنے والوں کے لیے یہ ایک حوالہ جاتی مواد کا درجہ رکھتی ہے۔ (صفحات: 248، قیمت: 1000)

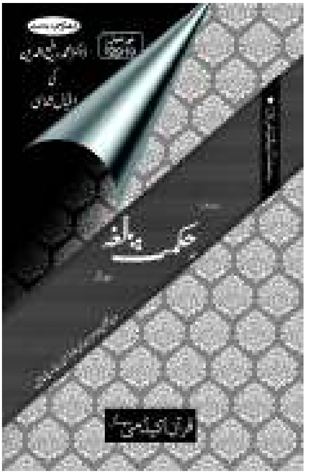

ماہنامہ حِکمت بالغہ جھنگ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2019ء)

ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی

پر اہل علم کے تأثرات

(گزشتہ سے پیوستہ)

22 محمد اویس شوکت، ڈائریکٹر احیاء ایجوکیشن سروسز، نارووال

ماہنامہ ’حکمت بالغہ‘ کی خصوصی اشاعت ’ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی‘ میرے سامنے ہے اور اسی کے حوالے سے کچھ تبصرہ کرنا مقصود ہے۔ اگرچہ اس پر تبصرہ کرنا بعض اعتبارات سے میرے لیے خاصا مشکل کام ہے۔ ایک تو یہ بات کہ خود میں کوئی اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ میں اس طرح سے ایک علمی مجلّے کے کسی خصوصی نمبر پر کوئی تبصرہ کروں اور دوسرا یہ ہے کہ یہ جریدہ نکالنے والے محترم مختار فاروقی صاحب کے ساتھ میرا تعلق استاد اور شاگرد کا ہے۔ تو استاد کی لکھی بات پر تبصرہ کرنا مشکل کام ہے۔ یہ مشکل اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ایسا کرنے کا حکم خود ان ہی کی طرف سے دیا جائے اور بچنے کی کوئی بھی صورت باقی نہ بچی ہو۔

حکمت بالغہ اپنی اشاعت کے آغاز سے ہی اُمت مسلمہ کے زوال، اس سے نکلنے کے لیے ہونے والی تجدیدی مساعی اور برصغیر میں ہونے والے احیائی عمل اور اس کے مختلف گوشوں کو اپنا مستقل موضوع بناتا آ رہا ہے۔ اس حوالے سے خاص طور پر ان صفحات میں فکر اقبال کے مختلف گوشوں کو وقتاً فوقتاً موضوع بحث بنایا جاتا رہا ہے۔ اقبال اگرچہ ہمارے ہاں متفقہ طور پر ایک ہیرو کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہمارے اجتماعی لاشعور کا ناگزیر حصہ ہیں لیکن ان کے افکار سے استفادے کی طرف سنجیدہ پیش رفت کی مثالیں بہت کم ہیں۔ اس اعتبار سے حکمت بالغہ کے

صفحات میں اقبال کی فکر کے سنجیدہ مطالعہ اور ان کے افکار کو عام کرنے کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے جو نہایت قابل قدر ہے۔ اُمت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی پر اقبال کی فکرمندی اور شدتِ احساس کو مختلف انداز میں نمایاں کرنے کا معاملہ تو خاص طور پر تحسین کا مستحق ہے کہ اس سے جانے کتنے راہی اپنی بھولی ہوئی منزل کو از سرِنو تازہ کرتے ہوں گے۔ اسی طرح مختلف موضوعات اور شخصیات پر خصوصی نمبروں کی اشاعت بھی نہایت اہم علمی خدمت ہے کہ اس سے ایک ہی شمارے میں بہت سے مضامین اس موضوع پر اکٹھے کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح گویا ان خصوصی شماروں کی حیثیت ایک دستاویز کی سی ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کا شمار صف اوّل کے شارحین اقبال میں ہوتا ہے اور بحیثیت مفکر بھی وہ بلاشبہ ایک بڑا ذہن اور ایک نادر روزگار شخصیت تھے۔ ان کی کتاب 'آئیڈیالوجی آف دی فیوچر' نہایت اہم دستاویز ہے جو نہ صرف یہ کہ جدید دور میں رائج ادھورے 'تصورِ انسان' کی بنیاد بننے والی مختلف تھیوریز کا فلسفیانہ اسلوب میں کیا گیا رد ہے بلکہ اس میں انھوں نے قرآنی تصور انسان سے متعلق ایک مدلّل بیانیہ تشکیل دینے کی بھی اپنی سی کوشش کی ہے۔ اسی مضمون کو نسبتاً سہل انداز میں انھوں نے اپنی کتاب 'قرآن اور علم جدید' میں بھی پیش کیا ہے بعد میں اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی فکر اس بنیادی نظریہ کے گرد گھومتی ہے کہ جدید علوم اور انسان کی حقیقت کو بیان کرنے والے نظریات، نیز علم نفسیات میں ہونے والی ترقی نے انسان کو محض ایک حیوانی اور مکینیکل وجود بنا کر رکھ دیا ہے۔ وہ انسان جو ہزاروں سال سے اس دنیا میں شرف کا حامل گردانا جاتا رہا تھا اور جس کے بارے میں تمام فکری روایتیں، کیا مذہبی اور کیا غیر مذہبی، اس پر متفق تھیں کہ وہ اصل میں ایک روحانی و اخلاقی وجود ہے، جدید تصورات کے قبول عام کے بعد اب محض ایک جانور رہ گیا ہے، جو حادثاتی طور پر یا پھر فطرت کے اصول کے تحت وقوع پذیر ہو رہے ارتقاء کے نتیجے میں شعور کا حامل بن گیا اور اس کی زندگی کے نصب العین اصل میں اس کی جبلتوں ہی کا پرتو ہوتے ہیں۔ مارکس نے اس مقصد حیات کو انسان کی معاش میں تلاش کیا، ڈارون نے بقا کی جبلت میں، فرائڈ نے جنسی جذبے میں، ایڈلر نے حب تفوق میں جبکہ میکڈوگل نے انسان کی تمام جبلتوں کے مجموعے میں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ان تمام افکار کا فلسفیانہ رد کرتے

ہوئے ہمیں بتاتے ہیں کہ انسان کے تمام اعمال کی قوت محرکہ کسی بھی جبلت کے زیر اثر نہیں بلکہ ان سب سے ماورا ایک اَن دیکھے محبوب (خدا) کی شدید محبت ہے اور صرف یہی محبت انسان کی تسکین وتکمیل کرسکتی ہے اور اس کی شخصیت وحقیقت کو بیان کرنے کا ایک مہا بیانیہ تشکیل دے سکتی ہے۔ ایک ایسا بیانیہ جو انسان کی جسمانی، روحانی، اخلاقی اور جمالیاتی جہتوں کی توضیح وتشریح کرسکنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ڈاکٹر صاحب کی بیان کردہ انسان کی اس تعریف پر بہت سا علمی کام ہونا ابھی باقی ہے اور اس کی شدید ضرورت بھی خارج میں موجود ہے کہ آج کا انسان زبان حال سے مغربی مفکرین کی کی گئی تعریفوں کا گویا اقرار کرتا چلا جا رہا ہے۔

تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ ہمارے درمیان بڑے لوگ پیدا ہونا عرصہ سے بند ہو چکے۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ بڑائی کی پہچان اور بڑوں کی قدر بھی اب آہستہ ختم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بڑا انسان ہونے کا روایتی معیار جو ہمارے ہاں رائج تھا یعنی علم میں بڑا ہونا، اخلاق میں بڑا ہونا تو وہ بھی اب جیسے بدل سے گئے ہیں۔ اب پیسہ، شہرت، میڈیا وغیرہ ہی کسی کی بڑائی کا تعین کرتے ہیں۔ یہ پہلو نہایت تکلیف کا باعث ہے کہ ڈاکٹر رفیع الدین صاحب جیسے نابغہ کو بھی بحیثیت مجموعی بھلا دیا گیا ہے۔ انھوں نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تعلیمی نظام کی تشکیل کا ایک اہم کام شروع کیا تھا۔ ایک ایسا نظام تعلیم جس کا ورلڈ ویو ایمان سے تشکیل پاتا ہو اور جس کا اہم ترین وظیفہ انسان کو اپنے خالق ومالک کی پہچان کرانا ہو۔ یہ پراجیکٹ ان کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اگرچہ خود ڈاکٹر صاحب کے الفاظ میں اس پراجیکٹ کا مکمل کیا جانا اُمت مسلمہ کے لیے زندگی موت جیسا مسئلہ تھا۔ عام لوگ تو درکنار جو ڈاکٹر صاحب کے نام لیوا ہیں وہ بھی ان کی فکر کی ترویج کی طرف کم ہی توجہ دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جو فخر سے ''یادگار ڈاکٹر رفیع الدین'' کا تمغہ اپنے سینے پر سجاتے ہیں ان کی وابستگی بھی ڈاکٹر صاحب سے اور ان کے مشن سے نہایت واجبی سی ہے، اتنی کہ جس پر گاہے بھول جانے ہی کا گمان ہوتا ہے۔

ایسے میں محترم جناب فاروقی صاحب کا ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کے حوالے سے 'حکمت بالغہ' کے خصوصی نمبر کا اجرا غنیمت ہے کہ کسی طرف سے کوئی آواز تو اس حوالے سے آئی۔ فاروقی صاحب کا ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ساتھ براہ راست تعلق رہا ہے اس کی نسبت سے یہ

خصوصی نمبر جاری کر کے گویا یا انہوں نے اس تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔ کتنے ہی بھولی بسرے مضامین اس شمارے کے ذریعے از سرنو تازہ ہوگئے۔ چونکہ فاروقی صاحب کا ڈاکٹر صاحب کا مطالعہ بہت گہرا ہے لہٰذا ان کی تحریروں سے کیا گیا انتخاب خاصے کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شدید محبت اور اس کی شعوری معرفت ڈاکٹر صاحب کے ہاں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ایک بنیادی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کا بیان بھی ان کے ہاں بہت خوب ہے۔ اس شمارے میں اس حوالے سے خود ڈاکٹر صاحب کی تحریروں سے بہت سے شذرات دیے گئے ہیں۔ اسی طرح نصب العین کی محبت بھی ڈاکٹر صاحب کی فکر میں بنیادی عامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس موضوع پر بھی عمدہ انتخاب کیا گیا ہے۔ پھر اس شمارے میں خاص طور پر ڈاکٹر صاحب کے اقبال پر کیے گئے کام کو نمایاں طور پر جگہ دی گئی ہے۔ خاص طور پر یہ بات واضح طور پر قاری کے سامنے آتی ہے کہ مستقبل میں جب بھی ایک اسلامی ریاست کے قیام کی طرف پیش قدمی کی گئی ،فکر اقبال سے استغنا ممکن نہیں ہوگا۔ لہٰذا ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کی بحیثیت شارح اقبال جو خدمات ہیں ان سے بھی استفادہ ناگزیر قرار پائے گا۔ مزید برآں یہ شمارہ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے، جو دین کی اقامت و نصرت جیسے اہم فرائض کی انجام دہی میں اپنے اوقات کھپا رہے ہیں، انتہائی نادر کام ہے۔ اس کے استفادے سے ان کے ہاں جو ذرائع کو مقاصد پر فوقیت دینے اور چند کتابچوں میں دینی فکر کو قید کر دینے جیسے منفی رجحانات فروغ پا چکے ہیں کے ازالے کا احساس پیدا ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں جو ذہنی افلاس اور صدیوں کے زوال کا علاج چند وقتی اقدامات سے کرنے جیسے سطحی اقدامات کا رواج فروغ پاتا چلا جا رہا ہے، کا از سرنو جائزہ لینے کی فکر مندی پیدا ہوسکتی ہے کہ کسی بھی بڑے آدمی کے کلام میں یہ اثر بہر حال موجود ہوتا ہے۔ تہہ دل سے محترم مختار فاروقی صاحب کے لیے تشکر اور دعا کے ملے جلے احساسات کے ساتھ اس بات کے اعادے پر بات ختم کرتا ہوں کہ اس اہم خدمت کی انجام دہی پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

23 حسین صحرائی، ادارہ اقبال علم وادب، ٹنڈو محمد خان

م، حکمت بالغہ نے اپنی خصوصی اشاعت (نمبرز) سے علمی و دینی جرائد کی صف میں بے پناہ شہرت حاصل کی ہے، زیر مطالعہ خصوصی نمبر 'ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی' کے حوالے

سے منصۂ شہود پر آئی ہے۔اس خصوصی شمارہ کی ضخامت 336 صفحات ہے،تمہید سمیت دس حصوں اور ضمیمہ جات پر مشتمل ہے، فاضل مدیر اس کا تعارف ان الفاظ کراتے ہیں: ’’فکر وحکمت اقبال ہمارے نزدیک صرف اس لیے اہم ہیں کہ یہ ریاست پاکستان کی بنیادی فکر ہے اور پاکستان کو دنیا میں عزت کا مقام دلانے کے لیے اس فکر کو عملاً پاکستان میں اور بعد ازاں پوری دنیا تک پھیلانا ہوگا۔اس نیک کام کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دینا ہر مسلمانِ پاکستان کا فرض ہے‘‘ (ص22)

آیئے ذرا تفصیلی نظر ڈال کر اس کے مندرجات مشمولات سے آگہی حاصل کریں۔

1۔ حصہ اوّل: (ص43-52) تعارفِ اقبال۔شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر عمومی نظر۔ذیلی عنوان: علامہ اقبال ایک وسیع الاطراف شخصیت 29، اقبال کی شخصیت کے سولہ پہلو رخصوصیات متعارف کرائی ہیں۔علامہ اقبال بحیثیت حکیم الامت۔

2۔ حصہ دوم (ص53-82): علامہ اقبال کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر عمومی نظر۔الف، علامہ اقبال بحیثیت مزاج شناسِ مغرب۔ب،تہذیب مغرب کی متاع گم گشتہ،خودی۔ج،علامہ اقبال کا مغرب کے نام پیغام خودی کی بازیافت۔

3۔ حصہ سوم (ص83-100): جنوبی ایشیا کے محکوم مسلمانوں کے لیے مستقبل کی آزاد ریاست کی ضرورت۔الف، آزاد مسلمان ریاست کی تشکیل و تعمیر کا خواب اور علامہ اقبال۔ب، علامہ اقبال کے ذہن کی اسلامی سلطنت کا تقدیر مبرم ہونا اور اس کے لیے......۔

4۔ حصہ چہارم (ص101-148): علامہ اقبال اور ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے حالات زندگی اور کام۔الف، ہم عصروں کی نظر میں۔

5۔ حصہ پنجم (ص149-176): ڈاکٹر محمد رفیع الدین اقبال شناس اور شارح اقبال، دیباچہ حکمت اقبال، ڈاکٹر محمد رفیع الدین مقام و مرتبہ۔

6۔ حصہ ششم (ص 177-194): ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی کا اظہار، تصانیف۔الف،فہرست تصانیف۔ب،فہرست مضامین۔ج،فکر اقبال ایک مثالی ریاست کی متقاضی۔

7۔ حصہ ہفتم (ص195-246): ڈاکٹر محمد رفیع الدین شارح اقبال سے اقبال شناس، الف شارحِ اقبال، شارحِ خودی۔ب،فلسفہ خودی تشکیل ریاست کا تقاضا کرتا ہے۔

8۔ حصہ ہشتم (ص 247-284): نظریۂ خودی کی اساس پر ریاست کی تشکیل۔ الف، نوید انقلاب۔ ب، مراحل انقلاب۔ ج، انقلاب کا مفہوم۔

9۔ حصہ نہم (ص 285-308): تذکرہ وتبصرہ، الف، کارواں کے دل سے......۔ ب، آدھا گلاس خالی والی مثال، قنوطیت اور رجائیت۔ ج، مثبت رویے کی کمی منفی رویوں کو بڑھا رہی ہے۔

10۔ حصہ دہم (ص 309-332): تجسیم فکر اقبال، الف، منہج انقلابِ نبویؐ کے مراحل میں معجزانہ طور پر پاکستان کا قیام۔ ب۔ پس چہ باید کرد۔ ج، امکانات، سرزمین مجددین اُمت (افغانستان تا برما) مسلم بیداری کے سو سال۔ تین صفحات کے تین ضمیمہ جات بھی شامل۔

طوالت سے بچنے کے لیے ہم نے مرکزی عنوان کے ساتھ درج عنوانات ہی کو تعارف کا حصہ بنایا ہے۔

چند اہم اقتباسات ملاحظہ ہوں

☆ علامہ اقبال نے ملت اسلامیہ کے فرد کی حیثیت سے اُبھر کر قوم کی رہنمائی کا حق ادا کر دیا نہ صرف قوم کو جذبہ دیا بلکہ سراغِ منزل بھی دیا، نظریہ دیا، راستہ واضح کیا، قوم وملک کی تعمیر و تشکیل جدید کے طریقے باقاعدہ ہجے کر کے سمجھایا۔ قائداعظم جیسا رہنما ڈھونڈ کر نکالا۔ اپنی جگہ اس مردِ مومن کو کھڑا کیا جس نے علامہ اقبال کی 'نگاہ' سے منزل کو سمجھا اور قوم کو منزلِ مراد تک پہنچا دیا۔ (ص 34)

☆ سترھویں صدی کے آغاز میں صنعتی انقلاب اور سائنسی ترقی کے تحت دنیا بھر کے وسائل پر قبضہ جمانے کے پروگرام کے تحت 1602ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی (E.I.C.) بنا چکے تھے اور اس عرصے میں اس تجارت کو مالیاتی تحفظ دینے کے لیے 1605ء میں بینک آف انگلینڈ بھی قائم ہو چکا تھا۔ آج اسی بینک کی بدولت ساری دنیا میں سود پر مبنی معیشت کا ابلیسی نظام قائم ہے۔ (ص 45)

☆ مغربی تہذیب یونانی علم الاصنام اور رومی طرز حکومت کا مجموعہ ہے۔ (ص 74)

☆ حیوانی جبلتوں پر استوار معاشرہ میں اخلاق، کردار، انسانیت، عفت وعصمت اور ناموسِ زن تلاش کرنا کارِ عبث سے بھی بدتر فعل ہے۔ (ص 76)

☆ خودی کی زندگی انسان کے اندر 5 صفات کو مستحکم کرتی ہے اور ضمیر پسند اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ 1، معرفت رب۔ 2، اللہ کی اطاعت۔ 3، انسان کا نیکی بدی کا حساس رکھنا۔ ۴، لباس کا

احساس۔ یادرہے بے ضمیر بے لباسی کو ترجیح دیتا ہے اور 5، رشتوں کی تمیز۔ رشتوں سے عاری مغرب جانوروں سے بدتر مقام پر کھڑا ہے۔(80-81)

☆ ’’موجودہ دور میں اسلام کی سب سے بڑی ضرورت فقہ کی تدوین جدید ہے، تاکہ زندگی کے ان سینکڑوں ہزاروں مسائل کا صحیح اسلامی حل پیش کیا جائے، جن کو موجودہ قومی اور بین الاقوامی، سیاسی، معاشی اور سماجی ارتقاء نے پیدا کیا ہے۔‘‘(ص 91)

☆ اقبال......ان راہوں کی نشاندہی بھی کر گیا ہے جن تک مغرب کے حکماء اب پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہرحال آگے کی منزل کے کسی مسافر کا انتظار ہے جو شاعرِ فردا کی نوا کو نئے حوالوں کی مدد سے سمجھ کر اوروں کو بھی سمجھا سکے۔(ص 107)

☆ ’’خدا کی حمد وستائش، تحسین وتسبیح، تقدیس وتہلیل ذکر کی صورتیں ہیں صرف وہی ذکر جو سچے احساس کا نتیجہ ہو، جس میں خشوع وخضوع، تضرع اور ابتہال، سوز و گداز اور بیم ورجا کے عناصر موجود ہوں، مومن کے احساسِ حسن کو عمیق تر اور قوی تر کرتا ہے اور اس کی محبت اور معرفت کو ترقی دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن ہم سے عبادت میں اخلاص طلب کرتا ہے اور فقط زبان سے چند کلمات کا تکرار طلب نہیں کرتا۔‘‘(ص 115)

☆ ’’اس محکمے کی غایت یہ ہے کہ اسلامی اُصولوں کے ماتحت زندگی کی از سرِنو تعمیر میں ملت کا ہاتھ بٹائے اور یہی وجہ ہے کہ اس کا نام ’’محکمہ احیائے ملت اسلامیہ‘‘ (Deptt. of Islamic Reconsturction) رکھا گیا۔ عصر حاضر میں یہ پہلا موقع ہے جب اس ملک میں ایک سرکاری محکمے کے ساتھ ’’اسلام‘‘ کا لفظ ملحق نظر آتا ہے۔‘‘(ص 127)

☆ ’’ڈاکٹر رفیع الدین ’’آئیڈیالوجی آف دی فیوچر‘‘ لکھ کر علمی و دینی حلقوں میں اپنا اثر رسوخ قائم کر چکے تھے......اُنھوں نے اسلام کے تعلیمی فلسفہ اور اس کے منشور و دعوت کی وضاحت کو اپنے ذمے لیا۔‘‘(ص 128)

ڈاکٹر رفیع الدین کے بقول ’’ڈاکٹر رفیع الدین کے نزدیک اقبال نے فلسفہ خودی کے ذریعے سے اسلام ہی کی فلسفیانہ تشریح وتوضیح پیش کی ہے اور فلسفہ خودی، اسلام ہی کا فلسفہ ہے اور خود ان کی اپنی تین اہم تصانیف: (ا) IDEOLOGY OF THE FUTURE (ب) قرآن

اورعلم جدید،اور(ج) حکمت اقبال بھی دراصل فلسفۂ خودی ہی کی فکری،قرآنی اوراقبالیاتی تشریح کا درجہ رکھتی ہیں۔''(ص163)

☆ ''ڈاکٹر محمد رفیع الدین نہ صرف یہ کہ فلسفہ خودی کو ایک مربوط اور مکمل نظام فکر یا نظام حکمت تصور کرتے ہیں بلکہ اس کی تشریح وتفہیم کے لیے اپنے خاص نصب العینی فلسفہ کو جسے نظریہ داعیہ الی العین یا URGE FOR IDEAL کا نام بھی دیا گیا ہے اور جسے بقول ان کے خود انھوں نے افکارِ اقبال سے اخذ کیا ہے، کام میں لاتے ہیں۔''(ص166)

☆ ''کلام اقبال کہیں یا ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی شرحِ اقبال یا ڈاکٹر صاحب کی تصانیف ــــــ دونوں ایک 'دین' کی شان کی حامل ہیں پوری انسانی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کرتے ہیں اور دونوں کا منطقی تقاضا ــــــ ایک ریاست ہے اور بیسویں یا اکیسویں صدی کی بات کریں تو حیاتِ اقبال اور کلام اقبال ایک ریاست کا متقاضی ہے، ایک مکمل انقلاب کا طالب ہے اور غلبہ چاہتا ہے۔ کلام اقبال ایک دین کا تعارف کراتا ہے 'فلسفہ خودی' کا حامل ہے اور تعلیماتِ اسلامی کی بلاکم وکاست عصر حاضر میں (آج کے محاورے اور لہجے میں) آج کے 'انسان' کے سامنے پیش کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات کی نمائندگی ہے۔''(ص245)

مبصر کتنی ہی کوشش کرے، کتاب کی روح میں اترا نہیں جاسکتا ہے، اقبال جس تہذیب کے پیروکار ہیں، جس مغربی تہذیب پر تنقید کرتے ہیں وہ مغربی کی اِلحادیت، فحاشی وعریانی پر استوار ہے۔ اس خصوصی شمارے میں ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کی تصانیف، مضامین کی فہرست کے علاوہ ان کے تعلیمی نظریات، انقلاب کے لغوی معنی، اس کے مراحل، اقبال شناسی سے فکر اقبال کی تعمیل کی طرف اور سرزمین پاکستان میں فکر اقبال کی تعمیل کا کام عالم اسلام میں تین اسلامی سلطنتوں کا کام قاری کو مطالعے کے ساتھ دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ قاری کے دل ودماغ میں بجا طور پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ صرف ''حکمت اقبال'' سے ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ فکری، علمی اور نظریاتی کام لیے جس نے انہیں اقبال شناسی میں اوجِ ثریا پر کھڑا کر دیا ہے۔ علم وادب کے فکری میدان میں یہ ہونا ممکن ہے۔ طلبہ اساتذہ وکلاء دانشور حضرات کو اس خاص نمبر کا مطالعہ لازمی کرنا چاہیے۔

ت

واجو

رتقاء کا

ور سماجی

ب اب ارتقا

ی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روزہ اور قرآن کی شفاعت

اَلصِّیَامُ وَ الْقُرآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، یَقُوْلُ الصِّیَامُ: اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَ یَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ، فَیُشَفَّعَانِ

''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا)۔ روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)'' (رواہ البیہقی عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ)

روزہ اور قیام اللیل

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه (وفی روایة) مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه (بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

جس شخص نے ماہِ رمضان میں ایمان اور احتساب کے ساتھ (راتوں کا) قیام کیا اُس کے سابقہ سب گناہ بخش دیے گئے (اور دوسری روایت میں ہے) جس شخص نے ماہِ رمضان میں ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے اُس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیے گئے۔

CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
Vol 14 No 04
APRIL 2020

آزمائش کی اس گھڑی میں اللہ کی طرف رجوع

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (اپنے لیے دُعا مانگتے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی پڑھتے تھے، وہ) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں اپنی دُعا کا چوتھائی حصہ آپ پر درود کے لیے مقرر کردوں؟ آپ ؐ نے فرمایا: جو تمہاری مرضی، اگر زیادہ کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے پوچھا: آدھا؟ آپ نے فرمایا: جو تمہاری مرضی، اگر زیادہ کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے پوچھا: دو تہائی؟ آپ نے فرمایا: جو تمہاری مرضی، اگر زیادہ کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی ساری دعا آپ کے لیے مقرر کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تیرے غم کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (ترمذی)

حدیث قدسی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

’’جس کو قرآن نے میرے ذکر سے اور مجھ سے مانگنے سے مشغول کردیا اُس کو میں اس سے افضل عطا کرتا ہوں جو میں مانگنے والوں کو عطا کرتا ہوں‘‘۔ (عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

(ترمذی)

پریشانی کے اس عالم میں

ہم قارئین سے گزارش کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب رجوع کیا جائے اور گھر میں رہتے ہوئے درج ذیل باتوں کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے:

● اللہ کا ذکر، درود شریف کا ورد، استغفار اور دعاؤں کا اہتمام ● قرآن مجید سے تعلق یعنی تلاوت کرنا، آڈیو تلاوت سننا، ترجمہ پڑھنا اور تفسیر کا مطالعہ کرنا۔ حفظ قرآن کا اعادہ واضافہ۔ ● دینی کتب کا مطالعہ (خصوصاً سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ● آئندہ زندگی میں دینی ترقی کے لیے غور وفکر ● پڑوس اور رشتہ داروں (خاص طور پر عارضی مزدور پیشہ لوگوں) کا خیال۔